4

ہفت روزہ

# ندائے خلافت

لاہور

24 تا 30 جنوری 2008ء/ 14 تا 20 محرم الحرام 1429ھ

www.tanzeem.org

## اس شمارے میں

قحط

سانحۂ کربلا

صوبائی عصبیت سے گریز کیجیے!

چلے کہاں کے لئے تھے......

اسامہ کی تلاش (ii)

ترکی میں آزادیٔ نسواں کی تحریک

مسائل کا حل نفاذ اسلام ہے

دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

عالم اسلام

## قلبی تعلق

اگر آپ کا بچہ بیمار ہو تو آپ اس کی زندگی و موت کے سوال کو بالکلیہ کسی دوسرے پر ہرگز نہیں چھوڑ سکتے۔ ممکن نہیں کہ آپ یہ عذر کر کے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں کہ کوئی تیماردار نہیں، کوئی دوا لانے والا نہیں، کوئی ڈاکٹر کے پاس جانے والا نہیں۔ اگر کوئی نہ ہو تو آپ سب کچھ خود بنیں گے۔ کیونکہ بچہ کسی دوسرے کا نہیں، آپ کا اپنا ہے۔ سوتیلا باپ تو بچے کو مرنے کے لیے چھوڑ بھی سکتا ہے مگر حقیقی باپ اپنے جگر کے ٹکڑے کو کیسے چھوڑ دے گا۔ اس کے تو دل میں آگ لگی ہوتی ہے۔ اسی طرح اس کام سے بھی اگر آپ کا قلبی تعلق ہو تو آپ دوسروں پر نہیں چھوڑ سکتے اور نہ یہ ممکن ہے کہ کسی دوسرے کی نااہلی یا غلط روی یا بے توجہی کو بہانہ بنا کر آپ اسے مرجانے دیں گے اور اپنے دوسرے مشاغل میں جا کر منہمک ہو جائیں گے۔ یہ سب باتیں اس بات کا پتہ دیتی ہیں کہ خدا کے دین اور اس کی اقامت و سربلندی کے مقصد سے آپ کا رشتہ محض ایک سوتیلا رشتہ ہے۔ حقیقی رشتہ ہو تو آپ میں سے ہر شخص اس راہ میں اپنی جان لڑا کر کام کرے۔ میں آپ سے صاف کہتا ہوں کہ اگر آپ اس راہ میں کم از کم اتنے قلبی لگاؤ کے بغیر قدم بڑھائیں گے جتنا آپ اپنے بیوی بچوں سے رکھتے ہیں تو انجام پسپائی کے سوا کچھ نہ ہوگا اور یہ ایسی بُری پسپائی ہوگی کہ مدتوں تک ہماری نسلیں اس تحریک کا نام لینے کی جرأت بھی نہ کر سکیں گی۔ بڑے بڑے اقدامات کا نام لینے سے پہلے اپنی قوتِ قلب کا، اپنی اخلاقی طاقت کا جائزہ لیجیے اور مجاہدہ فی سبیل اللہ کے لیے جس دل گردے کی ضرورت ہے وہ اپنے اندر پیدا کیجیے۔

**سامان سفر**

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

# سورۃ الانعام

(آیت:91)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ ۭ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَاۗءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا ۚ وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَاۗؤُكُمْ ۭ قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ ﴿٩١﴾ ﴾

’’اور ان لوگوں نے اللہ کی قدر جیسی جاننی چاہیے تھی نہ جانی، جب انہوں نے کہا کہ اللہ نے انسان پر (وحی اور کتاب وغیرہ) کچھ بھی نازل نہیں کیا۔ کہو کہ جو کتاب موسیٰؑ لے کر آئے تھے اُسے کس نے نازل کیا تھا، جو لوگوں کے لئے نور اور ہدایت تھی اور جسے تم نے علیحدہ علیحدہ اوراق (پر نقل) کر رکھا ہے، ان (کے کچھ حصے) کو تو ظاہر کرتے ہو اور اکثر کو چھپاتے ہو، اور تم کو وہ باتیں سکھائی گئیں جن کو نہ تم جانتے تھے اور نہ تمہارے باپ دادا۔ کہہ دو (اس کتاب کو) اللہ ہی نے (نازل کیا تھا)۔ پھر اُن کو چھوڑ دو کہ اپنی بیہودہ بکواس میں کھیلتے رہیں۔‘‘

سورۃ الانعام اور سورۃ الاعراف مکی دور کے آخری زمانے کی سورتیں ہیں۔ اس وقت تک رسول اللہ ﷺ کی رسالت اور نبوت کا چرچا مدینہ منورہ میں بھی ہو چکا تھا او وہاں کے یہودی باخبر اور چوکنے ہو گئے تھے۔ چنانچہ انہوں نے وہیں بیٹھے ہوئے مسلمانوں کے خلاف ریشہ دوانیاں شروع کر دیں۔ جب کوئی شخص انصاف کی راہ چھوڑ کر ضد پر اتر آئے تو وہ کچھ بھی کہہ سکتا ہے۔ چنانچہ یہودی کہنے لگے کہ ان مسلمانوں سے تو بتوں کی پوجا کرنے والے مشرک بہتر ہیں۔ اسی کا ذکر یہاں ہو رہا ہے۔ اِن یہودیوں نے اللہ کی قدر نہ کی جیسے کہ کرنی چاہیے تھی، جب انہوں نے کہا کہ اللہ نے کسی بھی انسان پر کوئی چیز نہیں اتاری۔ مکہ والے تو کتابوں سے واقف نہ تھے۔ یہودیوں نے اُن سے کہا کہ جو کچھ محمد ﷺ کہہ رہے ہیں یہ سب وہم و خیال ہے، اللہ نے کبھی کوئی چیز نہیں اتاری۔ اس کے جواب میں قرآن مجید میں اہل مکہ سے نہیں بلکہ براہ راست یہودیوں سے خطاب ہوا۔ فرمایا گیا، ان سے پوچھیے کہ اگر اللہ نے کبھی کچھ نہیں اتارا تو پھر وہ کتاب جو موسیٰؑ لے کر آئے تھے، وہ کس نے اتاری تھی؟ کیا موسیٰؑ نے خود اپنے ہاتھ سے لکھی تھی؟ کیا وہ کتاب من گھڑت تھی؟ وہ کتاب تو لوگوں کے لئے نور اور ہدایت تھی۔ وہ خود روشن تھی اور لوگوں کے لیے راہ نمائی فراہم کرنے والی تھی، مگر تم نے اسے ورق ورق کر دیا، ٹکڑوں اور حصوں میں بانٹ دیا۔ کچھ کو تم ظاہر کرتے ہو مگر اکثر کو چھپا کر رکھتے ہو۔ یہودیوں نے من پسند فتوئی فروشی کے لئے کتاب کو اس طرح چھپا رکھا تھا کہ یہ عام لوگوں کے ہاتھ نہ آئے۔

ان کتابوں کے ذریعے تمہیں وہ سب باتیں سکھائی گئی تھیں جو تم بھی نہ جانتے تھے اور تمہارے باپ دادا کے علم میں بھی نہ تھیں۔ کہہ دیجئے یہ سب اللہ نے نازل کیا۔ تورات اور انجیل بھی اللہ نے نازل کیں اور اب یہ قرآن بھی اللہ ہی نے نازل فرمایا ہے۔ اے پیغمبر یہ بات کہنے کے بعد اب انہیں چھوڑ دیجئے کہ وہ اپنی خرافات کے اندر کھیلتے رہیں

## فرمان نبوی

# دنیا کے لیے علم حاصل کرنے والوں کا انجام

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

عَنِ ابْنِ عُمَرَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ لِغَيْرِ اللّٰهِ وَاَرَادَ بِهٖ غَيْرَ اللّٰهِ فَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ)) (رواہ الترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جس کسی نے علم دین اللہ کی رضا کے لئے نہیں بلکہ غیر اللہ کے لئے (یعنی اپنی دنیوی اور نفسانی اغراض کے لئے) حاصل کیا وہ جہنم میں اپنا ٹھکانہ بنا لے۔‘‘

**تشریح:** اللہ تعالیٰ نے دین کا علم انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ اور آخر میں سیدنا حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ اور اپنی آخری مقدس کتاب قرآن مجید کے ذریعہ اس لئے نازل فرمایا کہ اس کی روشنی اور رہنمائی میں اس کے بندے اللہ کی رضا کے راستہ پر چلتے ہوئے اس کے دار رحمت جنت تک پہنچ جائیں...... اب جو بدنصیب آدمی اس مقدس علم کو اللہ تعالیٰ کی رضا و رحمت کے بجائے اپنی نفسانی خواہشات کی تکمیل اور دنیوی دولت کمانے کا وسیلہ بناتا ہے، اور اسی کے واسطے اس کی تحصیل کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے نازل فرمائے ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے اس مقدس علم پر ظلم عظیم کرتا ہے، اور یہ شدید ترین معصیت ہے، اور اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے اطلاع دی ہے کہ اس کی سزا جنت سے محرومی اور جہنم کا عذاب الیم ہے۔

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# قحط

ہر سال گندم کی فصل کی کٹائی سے پہلے محکمہ خوراک ملک بھر میں سروے کرتا ہے اور اعداد و شمار اکٹھے کر کے وزارت خوراک کو بھیجتا ہے کہ امسال فصل کی عمومی حالت کیسی ہے اور تخمینہ بھیجتا ہے کہ اتنی فصل کی امید کی جاتی ہے۔ یہ تخمینہ وفاقی کابینہ کی اہم میٹنگ میں پیش کیا جاتا ہے جس کی بنیاد پر گندم پالیسی بنتی ہے، یعنی پیداوار کتنی ہے اور ہماری سالانہ ضرورت کتنی ہے۔ تخمینہ زائد گندم ظاہر کر رہا ہو تو کسی قدر برآمد کی اجازت دی جاتی ہے اور کمی کا معاملہ درپیش ہو تو درآمد کا پروگرام بنایا جاتا ہے۔ افغانستان کی ضروریات کو بھی ہمیشہ مدِ نظر رکھا جاتا ہے اور اُدھر جانے والی گندم کو برآمد شمار نہیں کیا جاتا۔ گزشتہ سال وفاقی کابینہ کے اجلاس میں 21 ملین ٹن کا تخمینہ پیش کیا گیا جس پر وزیر اعظم شوکت عزیز نے کہا کہ یہ تو بہت کم ہے، ہم نے عالمی مالیاتی اداروں کو اگر یہ تخمینہ ظاہر کیا تو امداد لینے میں سخت دشواری پیش آئے گی، ہمیں 25 ملین ٹن کا تخمینہ ظاہر کرنا چاہیے۔ بحث و تمحیص کے بعد اگرچہ تخمینہ 25 ملین ٹن تو ظاہر نہ کیا گیا لیکن اصلی تخمینہ سے بڑھا کر جعلی تخمینہ ظاہر کر دیا گیا۔ فصل مارکیٹ میں آئی تو حقیقی تخمینہ سے بھی کچھ کم تھی، جس کا تاجر طبقے نے ذرائع نہ ہونے کے باوجود فوری اندازہ کر لیا اور پرائیویٹ سیکٹر میں گندم ذخیرہ کر لی گئی، جس کا فوری طور پر حکومت نے کوئی نوٹس نہ لیا۔

اتفاق سے بھارت میں بھی گندم کی فصل خراب ہو گئی، جس پر بھارت نے خریداری کا ارادہ ظاہر کیا جس کی ادائیگی ظاہر ہے ڈالر میں ہونا تھی اور ہماری حکومتوں کا معاملہ ہمیشہ یہ رہا ہے کہ ڈالر کا نام سنتے ہی اُن کے منہ میں پانی بھر آتا ہے۔ لہٰذا گندم کی عالمی صورتِ حال کا اندازہ کیے بغیر اور یہ سوچے بغیر کہ جب سوا ایک ارب آبادی کے ملک کی خریداری عالمی مارکیٹ میں جائے گی تو مارکیٹ میں کیا طوفان اُٹھے گا، بھارت کو 200 ڈالر فی ٹن کے حساب سے گندم فروخت کر دی گئی۔ برآمد کا فیصلہ کرتے وقت وزارتِ تجارت نے ظاہر ہے اسی تخمینہ کو مدِ نظر رکھا ہوگا جسے وفاقی کابینہ نے منظور کیا تھا۔ پھر جب "ہائے آٹا ہائے آٹا" کی پکار پڑی جس نے مشرف حکومت کی چولیں ہلا دیں، تو جلدی میں 510 ڈالر فی ٹن وہ گندم درآمد کی گئی جس کا معیار پنجاب کی گندم جیسا نہیں ہو سکتا۔ کسی بھی لال بجھکو کے حوالے حکومت کر دی جائے تو ایسے احمقانہ فیصلے وہ بھی نہ کرے۔ گزشتہ دو سال سے بھارت میں چاول کی فصل اچھی نہیں ہو رہی۔ حکومت بھارت نے آغاز ہی میں اندازہ کر کے چاول کی برآمد پر پابندی لگا دی تاکہ ملک میں چاول کی مہنگائی نہ ہو۔ دبئی میں بیٹھے ہندو تاجر نے اپنی کاروباری ضرورت پوری کرنے کے لئے پاکستان سے چاول خریدنا شروع کر دیا اور اُسے بھارتی چاول کہہ کر فروخت کرتا رہا، جس سے پاکستان میں چاول کی قیمتیں دگنی تگنی ہو گئیں۔ پاکستان میں اگر عوام کا درد رکھنے والی حکومت ہوتی تو وہ چاہے برآمد پر پابندی نہ لگاتی کہ چاول زرمبادلہ حاصل کرنے کا ایک بڑا ذریعہ ہے البتہ وہ یہ پالیسی بنا سکتی تھی کہ وہ چاول کی برآمد کی اجازت صرف پاکستانی فرموں کو دے گی اور چاول برآمد کرنے والی ہر فرم بدیشی گاہک سے براہ راست رابطہ سے چاول فروخت کرے گی۔ حکومتی نااہلی سے پاکستانیوں کو دوہرا نقصان ہوا۔ ایک یہ کہ چاول ملک میں انتہائی مہنگا ہو گیا اور دوسرا یہ کہ پاکستانی برآمد کنندگان کی حوصلہ شکنی ہوتی اُنہیں مارکیٹ سے مہنگے چاول خرید کر برآمدی آرڈر بھگتانے پڑے، جس سے اُنہیں مالی نقصان ہوا۔

دنیا کے تمام ترقی یافتہ ممالک ایسی تجارتی پالیسیاں بناتے ہیں جس سے وہ بیلنس قائم رکھتے ہیں۔ ایک طرف وہ کسی ایسی بنیادی ضرورت کی کھلی برآمد کی اجازت نہیں دیتے جس سے قیمتیں بڑھ جائیں اور عوام کے لئے پریشانی کا باعث بنے۔ دوسری طرف وہ اپنے برآمد کنندگان کو ایسی سہولتیں فراہم کرتے ہیں کہ وہ عالمی منڈی میں ہر وقت متحرک رہتا ہے اور جو اشیا ملک میں وافر ہوں، اُس کے گاہک تلاش کرتا ہے۔ (باقی صفحہ 16 پر)

"تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر"

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد 17 — شمارہ 4
24 تا 30 جنوری 2008ء
14 تا 20 محرم الحرام 1429ھ

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت
سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67۔ اے' علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو' لاہور۔ 54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36۔ کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور۔ 54700
فون: 03-5869501

قیمت فی شمارہ 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 250 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا ---------------------- (2000 روپے)
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

# فرمانِ خدا

## (فرشتوں سے)

اٹھو میری دنیا کے غریبوں کو جگا دو — کاخِ اُمراء کے در و دیوار ہلا دو
گرماؤ غلاموں کا لہو سوزِ یقیں سے — کنجشکِ فرومایہ کو شاہیں سے لڑا دو
سلطانیٔ جمہور کا آتا ہے زمانہ — جو نقشِ کہن تم کو نظر آئے مٹا دو
جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہیں روزی — اس کھیت کے ہر خوشۂ گندم کو جلادو
کیوں خالق و مخلوق میں حائل رہیں پردے — پیرانِ کلیسا کو کلیسا سے اُٹھا دو
حق را بسجودے، صنماں را بطوافے — بہتر ہے چراغِ حرم و دَیر بجھا دو!
میں ناخوش و بیزار ہوں مرمر کی سِلوں سے — میرے لیے مٹی کا حرم اور بنا دو!
تہذیبِ نوی کارگہِ شیشہ گراں ہے — آدابِ جنوں شاعرِ مشرق کو سِکھا دو!

لینن کی عرضداشت اور فرشتوں کا تائیدی بیان سُننے کے بعد خدا نے فرشتوں کو حکم دیا کہ دنیا میں جا کر غریبوں کو بیدار کرو اور اُن کے اندر ظلم وستم کا مقابلہ کرنے کا جذبہ پیدا کرو۔ غلام قوموں کے دل میں یقین کی آگ بھڑکا دو، تا کہ وہ ظالم وجابر حکمرانوں کا تختہ اُلٹ دیں۔ دنیا میں عوامی امنگوں کی عکاس حکومت یعنی خلافت کا نقشہ جما دو، اور سرمایہ داری اور ملوکیت کے پُرانے نقوش کو بالکل مٹا دو۔

1۔ اے فرشتو، اُٹھو۔ دنیا میں محنت کشوں، مزدوروں، کسانوں اور دوسرے بے سروسامان لوگوں کے ساتھ اہلِ ثروت اور اربابِ اقتدار جو بدسلوکی کر رہے ہیں، اُس کے تدارک کے لیے اب یہ تمہاری ذمہ داری ہے کہ میری دنیا کے غریبوں میں بیداری کی تحریک پیدا کر دو، اور طبقۂ امراء کے بلند و بالا محلات کے در و دیوار ہلا کر رکھ دو کہ اس کے بغیر انصاف ممکن نہیں۔

2۔ اِس مقصد کے لیے یہ امر ناگزیر ہے کہ جو لوگ دوسروں کے محکوم اور دست نگر ہیں، اُن کی غیرت اور خودی کو اِس طرح بیدار کرو کہ اُن کا لہو جوش میں آ جائے۔ اس کے لیے یہ بھی لازم ہے کہ ان میں یقین واعتماد پیدا کر دیا جائے۔ اسی صورت میں یہ بے بس و ناچار لوگ اِن سرمایہ داروں اور استعمار پرستوں کا مقابلہ کر سکتے ہیں، جو اُن پر اپنا تسلط جمائے ہوئے ہوں۔

o کنجشک: چڑیا  فرومایہ: بے حقیقت، بے حیثیت

3۔ یہ بھی اچھی طرح سمجھ لو کہ اب حالاتِ زمانہ میں بڑی تیزی کے ساتھ تبدیلیاں ہو رہی ہیں۔ بادشاہتیں اور سرمایہ داری کا نظام ختم ہو رہے ہیں۔ اِن کی جگہ اب عوام کے اقتدار کا زمانہ نزدیک آ رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ اب عوام کے ہاتھ میں مکمل اختیارات ہوں گے، اس لیے تم پر لازم ہے کہ ماضی کے نقوش یعنی ظالمانہ بادشاہی اور آمرانہ نظاموں کو مٹا ڈالو تا کہ اس کے بعد ایک نئی دنیا، عادلانہ نظام کے ساتھ آباد کی جا سکے۔

4۔ اے فرشتو! ایک بات اچھی طرح یاد رکھو کہ کاشت کاروں کو جس کھیت سے اُس کی تمام تر محنت مشقت کے باوجود روزی اور معاوضہ میسر نہ ہو اور اُس کی تمام پیداوار زمیندار ہڑپ کر جاتا ہو، اُس کے اقدام سے پہلے ہی اُس کھیت کے ایک ایک خوشۂ گندم کو جلا کر راکھ کر دو۔ اگر محنت کش کاشت کار کو پیٹ بھرنے اور تن ڈھانپنے کے لیے اُجرت بھی نہیں ملتی تو پھر زمیندار کو بھی لُوٹ کھسوٹ کا حق حاصل نہیں۔

5۔ سوال یہ ہے کہ میرے اور میری مخلوق کے درمیان پادریوں اور دوسرے مذہبی پیشواؤں نے جو بے جواز پردے حائل کر رکھے ہیں، وہ کیونکر ہٹائے جائیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ان پادریوں اور مذہبی پیشواؤں کو ان عبادت گاہوں سے اٹھا کر باہر پھینک دو اور عبادت اور عبادت گاہوں پر اِن کی اجارہ داری ختم کر دو۔ مراد یہ ہے کہ مذہبی پیشواؤں نے عوام میں جو اپنی دکانداری چمکا رکھی ہے کہ اُن کے وسیلے کے بغیر مجھ تک اِن کی رسائی نہیں ہو سکتی، اس تاثر کو ختم کرنا ضروری ہے۔

6۔ اس شعر کے پہلے مصرعے کا ماخذ فارسی کا یہ شعر ہے:

زنہار از آں قوم نباشی کہ فریبند — حق را بسجودے ونبیؐ را بہ درودے

اے فرشتو! میں دیکھ رہا ہوں کہ مسلمانوں کی صورتِ حال یہ ہو گئی ہے کہ دکھاوے کے لیے مسجد میں گئے اور نمائشی سجدے کر لیے۔ یہی حال اُن لوگوں کا ہے جو بُت پرست ہیں کہ کبھی کبھار بُتوں کی پرستش کر لی اور بس۔ یہ سب لوگ ہی مذہب اور عقیدے کو ایک کھیل سے زیادہ اور کچھ نہیں سمجھتے۔

7۔ اے فرشتو! یاد رکھو کہ عبادت گاہوں میں جو قیمتی پتھر آویزاں کیے گئے ہیں اور قیمتی اشیاء سے اُن کی تزئین کی گئی ہے، میں اُن سے شدید بیزار اور ناخوش ہوں۔ ان سے بہتر یہ ہے کہ میری عبادت کے لیے تو سادہ سا مٹی کا حرم تعمیر کر دو۔ مراد یہ ہے کہ عبادت گاہوں کی آرائش و تزئین تو بے معنی شے ہیں۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ لوگوں میں عشقِ حقیقی کی لگن پیدا کی جائے۔ تصنع اور ظاہرداری تو خلوص و وفا کی ازلی دشمن ہیں۔

8۔ اے فرشتو! یہ بھی سمجھ لو کہ جدید تہذیب جو اِس وقت پورے انسانی معاشرے کا احاطہ کیے ہوئے ہے، شیشہ سازوں کے کارخانوں کی مانند ہے، جہاں ہر طرف شیشے آویزاں ہوتے ہیں، لیکن کسی شے کی معمولی ضرب ہی سے چکنا چور ہو جاتے ہیں۔ ایسی ناپائیدار تہذیب کو ختم کرنا ضروری ہے کہ جس میں عدم مساوات اور معاشی ناہمواریاں ہیں۔ اس کے خاتمے کے لیے لازم ہے کہ اقبال کو آدابِ جنوں سکھا دو کہ وہ اپنے تخلیقی فن کے ذریعے عوام کو مروجہ تہذیب کی بے اعتدالیوں اور خرابیوں سے آگاہ کر سکے کہ یہی طریقِ کار اس تہذیب کو ختم کرنے کے لیے ناگزیر ہے اور جب تک یہ تہذیب ختم نہ ہو گی اور نیا نظام اِس کی جگہ نہ لے گا، عالمی سطح پر امن قائم نہیں ہو سکتا اور نہ ہی لوگوں کو مسرت و شادمانی، اور خوشی و خوشحالی حاصل ہو سکتی ہے۔

# سانحۂ کربلا

حضرت ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت سے لے کر کربلا کے سانحۂ فاجعہ تک مسلمانوں کی آپس میں جو مسلح آویزش رہی ہے اس میں درپردہ ان سبائیوں ہی کا ہاتھ تھا۔ مستند تواریخ اس حقیقت پر شاہد ہیں البتہ ان کو حقیقت بین اور انصاف پسندی کے ساتھ پڑھنا ہوگا

**مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں بانیٔ تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ کے 18 جنوری 2008ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص**

[سورۃ البقرہ کی آیات 152 تا 157 کی تلاوت اور ادعیہ مسنونہ کے بعد]

حضرات! دو دن بعد محرم الحرام 1429ھ کی دس تاریخ ہوگی جو "یوم عاشوراء" کہلاتا ہے۔ یقیناً یہ بات آپ کے علم میں ہوگی کہ 10 محرم الحرام سن 61 ہجری کو ایک نہایت افسوس ناک حادثہ دشتِ کربلا میں پیش آیا تھا، جس میں سبطِ رسولؐ سیدنا حضرت حسین ابن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور آپ کے خانوادے کے اکثر افراد نیز آپؓ کے اعوان و انصار کی کثیر تعداد نے جامِ شہادت نوش فرمایا تھا۔ اس حادثہ کے متعلق یہ بات اچھی طرح سمجھ لی جانی چاہئے کہ یہ اچانک ظہور پذیر ہونے والا حادثہ نہیں تھا بلکہ درحقیقت اسی سبائی سازش کا ایک مظہر تھا جو پورے پچیس سال قبل اس سے بھی کہیں زیادہ افسوس ناک حادثے کو جنم دے چکی تھی، یعنی نبی اکرم ﷺ کے دوہرے داماد اور تیسرے خلیفۂ راشد حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت۔

جب نبی اکرم ﷺ نے تاریخ کا عظیم ترین معجزہ دنیا کو دکھا دیا یعنی ﴿جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ﴾ کا نقشہ بالفعل قافلۂ انسانیت کو چشم سر سے دیکھنے کا موقع فراہم فرما دیا اور ایک وسیع و عریض خطۂ زمین پر حق کو بالفعل قائم و نافذ فرما کر رہتی دنیا تک کے لئے ایک کامل نمونہ پیش فرما دیا تو حق غالب اور باطل سرنگوں ہو گیا لیکن باطل نے انقلابِ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے آخری مرحلے میں وہی روش اختیار کی کہ وقتی طور پر شکست تسلیم کر کے وہ اس انتظار میں رہا کہ موقع آئے تو میں وار کروں اور کاری وار کروں۔ چنانچہ آنحضور ﷺ کے انتقال کے فوراً بعد فتنوں کا ہجوم اٹھ کھڑا ہوا۔ کئی کاذب مدعیانِ نبوت میدان میں آ گئے اور ان کے ساتھ کافی جمعیت ہو گئی۔ پھر مانعین و منکرینِ زکوٰۃ سے سابقہ پیش آیا اور اہلِ ایمان کو بیک وقت ایسے ایسے عظیم فتنوں سے نبرد آزما ہونا پڑا کہ وقتی طور پر تو محسوس ہوتا تھا کہ حق کا چراغ اب بجھا کہ بجھا! یہ درحقیقت وہ انقلاب دشمن قوتیں (Counter-Revolutionary Forces) تھیں جن سے عہدہ برآ ہونے کے لئے واقعتاً صدیق ہی نہیں بلکہ صدیق اکبر کی شخصیت درکار تھی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ۔ صدیق دراصل نبی کا عکس کامل ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ثابت کر دیا کہ جس انقلاب کی تکمیل نبی اکرم ﷺ نے بنفس نفیس فرمائی تھی اس کے خلاف آپؐ کی وفات کے بعد جو ردِّ عمل ظاہر ہوا اس کی سرکوبی کرنے کی پوری صلاحیت اور عزیمت اور آہنی قوتِ ارادی ان کے نحیف و نزار جسم میں موجود تھی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کے انقلاب کو مستحکم (Consolidate) کیا اور زمامِ کار حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حوالے کر کے وہ بھی اپنے مالک حقیقی کی طرف مراجعت فرما گئے۔

حضرت عمر فاروقؓ کے دورِ خلافت میں انقلابِ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے زیرِ نگیں عراق و شام و فارس (ایران) کے پورے کے پورے ملک اور شمالی افریقہ کا مصر سے مراکش تک کا وسیع علاقہ آ گیا اور اس پر اسلام کا جھنڈا لہرانے لگا اور اللہ کا دین غالب و نافذ ہو گیا۔ اس کے ردِّ عمل میں مخالفانہ تحریکیں (Reactionary Movements) اٹھ کھڑی ہوئیں! چنانچہ باطل نے پہلا وار کیا حضرت عمر فاروقؓ کی ذات پر۔ باطل پرست یہ سمجھتے تھے کہ شاید یہ پوری عمارت اسی ایک ستون پر کھڑی ہے، اس کو گرا دو تو عمارت زمین بوس ہو جائے گی۔ الحمد للہ کہ ان کی توقع غلط ثابت ہوئی اور عمارت برقرار رہی۔ یہ خالص ایرانی سازش تھی۔ ابولولو فیروز پارسی ایرانی غلام اور اس کی پشت پر ہرمزان ایک ایرانی جرنیل تھا۔

اس سازش کی ناکامی کے بعد جو دوسرا وار ہوا، وہ بہت کاری وار تھا۔ اس میں یہودی عیاری اور کیادی شامل تھی۔ ان کا سازشی ذہن اور اس میں مہارت ضرب المثل بن چکی ہے۔ عبداللہ بن سبا یمن کا ایک یہودی اٹھا، اسلام کا لبادہ اوڑھا، مدینہ منورہ میں آ کر قیام کیا اور نئے نئے شگوفے چھوڑنے شروع کر دیے۔ کہیں محبتِ آلِ رسولؐ کے پردے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے متعلق وسوسہ اندازی کی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے استحقاقِ خلافت کا پروپیگنڈا کیا۔ اس نے کہا کہ ہر نبی کا ایک وصی ہوتا ہے اور وہی خلافت کا حق دار ہوتا ہے، تو اصل میں حضور ﷺ کے وصی حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں لہٰذا خلافت کے حق دار وہ ہیں۔ ان کی بجائے جو بھی مسندِ خلافت پر فائز ہوا یا اب ہے، وہ غاصب ہے۔ کہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی الوہیت کے عقیدے کا پرچار کیا جس سے اسلام کی جڑ "توحید" پر کاری ضرب لگتی ہے۔ ایرانی نومسلم جن کی گھٹی میں نسلاً بعد نسلٍ شاہ پرستی اور Hero Worship پڑی ہوئی تھی اور جو نسب کی بنیاد پر اقتدار کی منتقلی کے خوگر تھے، ان پر اس کا کتنا گہرا اثر ہوا ہوگا!

ان باتوں نے سادہ لوح لوگوں کے ذہنوں اور دلوں میں گھر کرنا شروع کر دیا۔ یہ شخص مدینہ سے بصرہ گیا، وہاں بھی اس نے اپنا ایک مرکز قائم کیا۔ پھر کوفہ گیا، وہاں اس نے اپنا ایک مرکز قائم کیا۔ دمشق جا کر وہاں کوشش کی لیکن وہاں دال نہ گلی۔ پھر مصر گیا، وہاں اپنے ہم خیالوں کی ایک جماعت پیدا کی۔ یوں ہر طرف اس نے ایک فتنہ و فساد کی فضا پیدا کر دی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کے آخری دو سال اس فتنہ و فساد کی نذر ہو گئے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ امامِ مظلوم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی جو تاریخ انسانی کی عظیم ترین مظلومانہ شہادت ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگرچہ وہ اس وقت عظیم ترین مملکت کے فرماں روا تھے، لاکھوں کی تعداد میں فوجیں موجود تھیں جو ان کے اشارے پر کٹ مرنے کے لئے تیار تھیں۔ جب مٹھی بھر باغیوں نے اس شہیدِ مظلوم کا محاصرہ کر رکھا تھا تو مختلف صوبوں کے گورنروں کی طرف سے استدعا آ رہی تھی کہ ہم کو اجازت دیجئے کہ ہم فوجیں لے کر حاضر ہو جائیں اور

ان باغیوں کی سرکوبی کریں، لیکن وہ امامِ وقت یہ عزم کیے ہوئے تھے کہ میں اپنی جان کی حفاظت و مدافعت میں کسی کلمہ گو کا خون بہانے کی اجازت نہیں دوں گا۔ حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ، حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ دروازے پر پہرے دار تھے لیکن باغی پیچھے سے دیوار پھاند کر گئے اور اس ہستی کو شہید کر دیا جس کو ذوالنورین کا لقب حاصل تھا اور جس سے نبی اکرم ﷺ راضی تھے اور جس کے حق میں دعا فرمایا کرتے تھے کہ "اے اللہ! میں عثمانؓ سے راضی ہوں تو بھی اس سے راضی رہیو۔"

حضرت علیؓ کے عہدِ خلافت کے پورے پونے پانچ برس باہم خانہ جنگی میں گزرے۔ اس بات کو ذہن میں رکھئے کہ اس سارے فتنے کی آگ بھڑکانے والے عبد اللہ بن سبا کے حواری خوارج تھے، اور انہی میں سے ایک نے بعد میں حضرت علیؓ کو شہید کر دیا۔ حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد کوفہ میں حضرت حسنؓ کے ہاتھ پر بیعتِ خلافت ہوئی۔ تاہم آنجناب نے حضرت امیر معاویہ سے صلح کر لی۔ اس طرح تقریباً پانچ سال کے اختلاف، افتراق، انتشار اور باہمی خانہ جنگی کا دروازہ بند ہوا۔ اب پورا عالمِ اسلام ایک وحدت بن گیا۔ واضح رہے کہ اس کے بعد حضرت معاویہؓ نے بیعتِ خلافت لی۔ اس صلح کے واقعہ پر حضرت حسنؓ نے ان الفاظ میں تبصرہ فرمایا کہ "اگر خلافت ان کا یعنی حضرت معاویہؓ کا حق تھی تو ان تک پہنچ گئی اور اگر میرا حق تھی تو میں نے بھی ان کو سونپ دی۔ جھگڑا ختم ہوا۔" یہ وہ بات تھی جس کی پیشین گوئی آنحضرت ﷺ نے فرمائی تھی کہ میرے اس بیٹے یعنی حضرت حسنؓ کے ذریعے اللہ تعالیٰ ایک وقت میں مسلمانوں کے دو گروہوں میں مصالحت کرائے گا۔ یہ خصوصی مقام اور رتبہ ہے جناب حسنؓ کا...... ع یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا!

سازشی سبائی اس صورتِ حال سے سخت مشتعل تھے۔ انہوں نے حضرت حسنؓ پر طعن کیا، لیکن اللہ تعالیٰ اس اُمت کی طرف سے ابدالآباد تک حضرت حسنؓ کو جزاءِ خیر عطا فرمائے کہ ان کے اس ایثار کی بدولت وہ رخنہ بند ہو گیا اور وہ دراڑ پُر ہو گئی جو عالمِ اسلام میں اس آپس کے خلفشار کی وجہ سے پڑ گئی تھی۔

حضرت معاویہؓ کے عہدِ خلافت کے یہ بیس سال امن کے سال ہیں۔ باہمی خانہ جنگی ختم ہو گئی۔ ع "ہوتا ہے جادہ پیما پھر کارواں ہمارا" کی کیفیت پیدا ہوئی اور دعوت و تبلیغ اور جہاد و قتال کے عمل کا احیاء ہوا۔ توسیع از سرِ نو شروع ہوئی۔ فتوحات کا دائرہ وسیع ہوا۔ یہ بیس سالہ دَور خلافتِ راشدہ کے بعد اُمت کی تاریخ میں جتنے بھی ادوار آئے ہیں، ان میں سب سے افضل اور بہتر دور ہے۔ اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ سب سے اہم بات یہ کہ سربراہِ حکومت ایک صحابی ہیں۔ ان کے بعد معاملہ آتا ہے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا لیکن وہ صحابی نہیں ہیں، تابعی ہیں۔ ع "گر حفظِ مراتب نہ کنی زندیقی"۔ ہم کسی غیر صحابی کو صحابی کے ہم پلہ اور ہم مرتبہ سمجھنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اہلِ سنت کا مجمع علیہ عقیدہ ہے کہ ادنیٰ سے ادنیٰ صحابی بھی اُمت کے بڑے سے بڑے ولی سے افضل ہے۔

اس کے بعد آتا ہے امیر یزید کی بحیثیت ولی عہد نامزدگی اور پھر ان کے دورِ حکومت میں سانحۂ کربلا کا واقعہ جو دردناک بھی ہے اور افسوس ناک بھی اور جس نے بلاشک و شبہ تاریخِ اسلام پر بہت ہی ناخوشگوار اثرات چھوڑے ہیں۔

**حضرت حسینؓ پوری نیک نیتی سے یہ سمجھتے تھے کہ اسلام کے شورائی اور جمہوری مزاج کو بدلا جا رہا ہے۔ حالات کے رخ کو اگر ہم نے تبدیل نہ کیا تو وہ خالص اسلام جو حضرت محمد ﷺ لے کر آئے تھے، اس میں کجی کی بنیاد پڑ جائے گی، لہٰذا اسے ہر قیمت پر روکنا ضروری ہے**

حضرت امیر معاویہ کو حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے مشورہ دیا (جو مسلمہ طور پر ایک نہایت ذہین و فہیم، مدبر اور دُور رس نگاہ رکھنے والے صحابی مانے جاتے ہیں) کہ "دیکھیے مسلمانوں میں آپس میں جو کشت و خون ہوا اور پانچ برس کا جو عرصہ آپس کی لڑائی جھگڑے میں گزرا، کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کے بعد پھر وہی حالات پیدا ہو جائیں۔ لہٰذا اپنی جانشینی کا مسئلہ اپنی زندگی ہی میں طے کر کے جایئے"۔ مغیرہ بن شعبہؓ اصحابِ شجرہ میں سے ہیں۔ پھر حضرت علیؓ کے پورے عہدِ حکومت میں وہ حضرت علیؓ کے بڑے حامیوں (Supporters) میں رہے اور ہر مرحلے میں انہوں نے حضرت علیؓ کا ساتھ دیا، لیکن وہ اُمت کے حالات کو دیکھ رہے تھے۔ آپس کی خانہ جنگی کا انہیں تلخ اور دردناک تجربہ ہوا تھا۔ حالات میں بہت کچھ تبدیلی آ چکی ہے، یہ 60 ہجری کے لگ بھگ کا زمانہ ہے۔ آنحضور ﷺ کی وفات پر پورے پچاس برس گزر چکے ہیں۔ کبار صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی عظیم اکثریت اللہ کو پیاری ہو چکی ہے۔ چند صغار صحابہؓ کو چھوڑ کر تقریباً ننانوے فی صد لوگ تو بعد کے ہیں۔ پھر وہ جوش و جذبۂ ایمانی بھی پچاس سال کے بعد اس درجے کا نہ رہا تھا جو خلافتِ راشدہ کے ابتدائی پچیس سال تک نظر آتا ہے۔ لہٰذا ان حالات میں حضرت مغیرہؓ کی سمجھ میں مصالحِ اُمت کا یہی تقاضا آیا کہ امیر معاویہؓ اپنا کوئی جانشین نامزد فرما دیں، چونکہ اس وقت فی الواقع بحیثیت مجموعی اُمت کے حالات اس جمہوری اور شورائی مزاج (Republican Character) کے متحمل نہیں رہے ہیں جو محمد رسول اللہ ﷺ نے پیدا فرمایا تھا۔ لہٰذا حالات کے پیشِ نظر ایک سیڑھی نیچے اتر کر فیصلہ کرنا چاہئے۔ چنانچہ حضرت مغیرہؓ نے دلائل کے ساتھ حضرت معاویہؓ سے اصرار کیا کہ وہ اپنا جانشین نامزد کریں اور اس کی بیعتِ ولی عہدی لیں۔ پھر ان ہی نے جانشینی کے لئے یزید کا نام تجویز کیا۔

حضرت عبد اللہ بن زبیر، عبد اللہ بن عمر اور عبد اللہ بن عباس، حضرت حسین ابن علی اور عبد الرحمٰن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے یزید کی بیعتِ ولی عہدی سے انکار کیا۔ ان حضرات کے علاوہ اُمت کی عظیم اکثریت نے بیعت کر لی۔ ہم ان سب کو نیک نیت سمجھتے ہیں۔ جو بھی صحابہ کرامؓ اس وقت موجود تھے، ان میں سے جنہوں نے ولی عہدی کی بیعت کی اور جنہوں نے انکار کیا وہ سب کے سب نیک نیت تھے۔ سب کے پیشِ نظر اُمت کی مصلحت تھی۔

جب ولی عہدی کی بیعت کا مسئلہ مدینہ منورہ میں پیش ہوا تھا تو حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ وہاں سے مکہ مکرمہ چلے گئے تھے۔ حضرت حسینؓ نے بھی ایسا ہی کیا۔ چند حضرات کی رائے یہ تھی کہ مکہ مکرمہ ہی کو Strong-Hold اور اصل Base بنایا جائے اور اس ولی عہدی کے خلاف رائے عامہ کو ہموار کرنے کے لئے اپنی قوتوں کو مجتمع کیا جائے۔ ابھی اس سلسلہ میں کوئی مؤثر کام شروع نہیں ہو سکا تھا کہ حضرت امیر معاویہؓ کا انتقال ہو گیا اور بحیثیت ولی عہد حکومت امیر یزید کے ہاتھ میں آ گئی، جس کے بعد کوفہ والوں نے خطوط بھیج بھیج کر حضرت حسینؓ کو اپنی وفاداری اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کر کے جدوجہد اور اقدام کا یقین دلایا۔ یہ بنو تمیم کے وہ جنگجو لوگ تھے، جنہیں جنگ یمامہ کے بعد یہاں آباد کیا گیا تھا۔ آنجناب نے تحقیقِ حال کے لئے اپنے چچا زاد بھائی حضرت مسلم بن عقیلؓ کو کوفہ بھیجا۔ ان کی طرف سے بھی اطلاعات یہی موصول ہوئیں کہ اہلِ کوفہ بدل و جان ساتھ دینے کے لئے تیار ہیں۔ حضرت حسینؓ نے کوفہ کے سفر کا ارادہ کر لیا اور کوچ کی تیاریاں شروع کر دیں۔

آیئے! حضرت حسینؓ کے موقف کو سمجھنے کی کوشش کریں! اہلِ سنت اس معاملے میں یہ رائے رکھتے ہیں کہ پوری نیک نیتی سے آنجناب یہ سمجھتے تھے کہ اسلام کے شورائی اور جمہوری مزاج کو بدلا جا رہا ہے۔ حالات کے رخ کو اگر ہم نے تبدیل نہ کیا تو وہ خالص اسلام جو حضرت محمد ﷺ لے کر آئے تھے اور وہ کامل نظام جو حضور ﷺ نے قائم

فرمایا تھا اس میں کجی کی بنیاد پڑ جائے گی لہٰذا اسے ہر قیمت پر روکنا ضروری ہے۔ یہ رائے ان کی تھی اور پوری نیک نیتی سے تھی۔ یہ بھی ذہن میں رکھئے کہ کوفہ صرف ایک شہر ہی نہیں تھا بلکہ سیاسی اور فوجی حیثیت سے اس کی بھی بڑی اہمیت تھی۔ یہ سب سے بڑی چھاؤنی تھی جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں قائم کی گئی تھی اس لئے کہ یہ وہ مقام ہے جس سے اُس شاہراہ کا کنٹرول ہوتا ہے جو ایران اور شام کی طرف جاتی ہے۔ لہٰذا حضرت حسینؓ یہ رائے رکھتے تھے کہ اگر کوفہ کی عظیم اکثریت ان کا ساتھ دینے کے لئے آمادہ ہے جیسا کہ ان کے خطوط سے ظاہر ہوتا ہے تو اس کے ذریعے اسلامی نظام میں لائی جا رہی تبدیلی کا ازالہ کیا جا سکتا ہے اور اس کا راستہ روکا جا سکتا ہے۔ لیکن اس رائے سے اختلاف کر رہے ہیں حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم اجمعین۔ یہ اختلاف بھی معاذ اللہ بدنیتی پر مبنی نہیں تھا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی اور یہ تینوں عبادلہ بھی نیک نیت تھے۔ ان تینوں حضرات نے لاکھ سمجھایا کہ آپ کوفہ والوں پر ہرگز اعتماد نہ کیجئے۔ یہ لوگ قطعی بھروسے کے لائق نہیں ہیں۔ یہ لوگ جو کچھ آپ کے والدِ بزرگوار کے ساتھ کرتے رہے ہیں، اس کو یاد کیجئے۔ جو کچھ آپ کے برادرِ محترم کے ساتھ کر چکے ہیں، اس کو پیش نظر رکھئے۔ یہ عین ممکن ہے کہ ان کے دل آپ کے ساتھ ہوں، لیکن ان کی تلواریں آپ کی حمایت میں نہیں اٹھیں گی بلکہ معمولی خوف یا دباؤ یا لالچ سے آپ کے خلاف اٹھ جائیں گی۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ دونوں نے بہت سمجھایا کہ مکہ سے نہ نکلئے۔ یا کم از کم ان عورتوں اور بچوں کو مکہ مکرمہ ہی میں چھوڑ جائیے۔ لیکن نہیں، دوسری جانب عزیمت کا ایک کوہِ گراں ہے، پیکرِ شجاعت ہے، سراپا استقامت ہے۔ نیک نیتی سے جو فیصلہ کیا ہے اس پر ڈٹے ہوئے ہیں۔ اس کے بعد راستے میں جب اطلاع ملی کہ حضرت مسلم بن عقیلؓ جو ایلچی اور تحقیق کنندہ کی حیثیت سے کوفہ گئے تھے، وہاں شہید کر دیئے گئے اور کوفہ والوں کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگی سب کے سب نے گورنرِ کوفہ کے سامنے حکومتِ وقت کے ساتھ وفاداری کا عہد استوار کر لیا ہے تو حضرت حسینؓ نے سوچنا شروع کیا کہ سفر جاری رکھا جائے یا مکہ واپسی ہو۔

لیکن ذہن میں رکھئے کہ ہر قوم کا ایک مزاج ہوتا ہے جو انسان کی شخصیت کا جزوِ لاینفک ہوتا ہے۔ عرب کا مزاج یہ تھا کہ خون کا بدلہ لیا جائے خواہ اس میں خود اپنی جان سے بھی کیوں نہ ہاتھ دھو لینے پڑیں۔ چنانچہ حضرت مسلمؓ کے عزیز رشتہ دار کھڑے ہو گئے کہ اب ہم ان کے خون کا بدلہ لئے بغیر واپس نہیں جائیں گے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شرافت اور مروّت کا تقاضا تھا کہ وہ ان لوگوں کا ساتھ نہ چھوڑیں جو ان کے مشن میں ان کا ساتھ دینے کے لئے نکلے تھے۔ یہ کیسے ممکن تھا کہ حضرت مسلم بن عقیلؓ کے خونِ ناحق کا بدلہ لینے کے عزم کا اظہار کرنے والوں کا ساتھ یہ پیکرِ شرافت و مروّت نہ دیتا! لہٰذا سفر جاری رہا۔ اسی دوران حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ جو چچا زاد بھائی ہیں، ان کے بیٹے حضرت عون اور حضرت محمد ان کا پیغام لے کر آئے ہیں کہ "خدا کے لئے اُدھر مت جاؤ"۔ لیکن فیصلہ اٹل ہے۔ ان دونوں کو بھی ساتھ لیتے ہیں اور سفر جاری رہتا ہے حتیٰ کہ قافلہ دشتِ کربلا میں پہنچ گیا۔ اُدھر کوفہ سے گورنر ابن زیاد کا لشکر آ گیا۔ یہ لشکر ایک ہزار افراد پر مشتمل تھا اور اس کو صرف ایک حکم تھا کہ وہ حضرت حسینؓ کے سامنے یہ دو صورتیں پیش کرے کہ آپ نہ کوفہ کی طرف جا سکتے ہیں نہ مکہ مکرمہ یا مدینہ منورہ کی طرف مراجعت کر سکتے ہیں، ان دونوں سمتوں کے علاوہ جدھر آپ جانا چاہیں اس کی اجازت ہے۔ یہ تیسرا راستہ دمشق کا سا ہو سکتا تھا! لیکن حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اسے اختیار نہ کیا بلکہ آپ وہیں ڈٹے رہے۔ اب عمرو بن سعد کی قیادت میں مزید چار ہزار کا لشکر کوفہ سے پہنچ گیا۔ اور یہ عمرو بن سعد کون تھے؟ افسوس کہ ان کے نام کو گالی بنا دیا گیا ہے۔ یہ تھے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فاتحِ ایران اور یکے از عشرہ مبشرہ کے بیٹے جن کی حضرت حسینؓ کے ساتھ قرابت داری بھی ہے۔ وہ بھی مصالحت کی انتہائی کوشش کرتے ہیں اور گفت و شنید جاری رہتی ہے۔ اب حضرت حسینؓ کی طرف سے تین صورتیں پیش ہوتی ہیں۔ یعنی یہ کہ: "یا مجھے مکہ مکرمہ واپس جانے دو، یا مجھے اسلامی سرحدوں کی طرف جانے دو تاکہ میں کفار کے خلاف جہاد و قتال میں اپنی زندگی گزار دوں، یا میرا راستہ چھوڑ دو۔ میں دمشق چلا جاؤں۔ میں یزید سے اپنا معاملہ خود طے کر لوں گا"۔ لیکن اب گھیرا تنگ ہو گیا ہے اور صورتِ حال یکسر بدل گئی ہے۔ یہ بھی خوب جان لیجئے کہ اس کی اصل وجہ کیا ہے!

حضرت حسینؓ نے میدانِ کربلا میں ابن زیاد کے بھیجے ہوئے لشکروں کے سامنے جو خطبات دیئے اس میں انہوں نے بھانڈا پھوڑ دیا کہ میرے پاس کوفیوں کے خطوط موجود ہیں جنہوں نے مجھے یہاں آنے کی دعوت دی تھی۔ انہوں نے اس کوفی فوج کے بہت سے سرداروں کے نام لے لے کر فرمایا "اے فلاں ابن فلاں! یہ تمہارے خط ہیں کہ نہیں؟ جن میں تم نے مجھ سے بیعت کرنے کے لئے مجھے کوفہ آنے کی دعوت دی تھی"۔ اس پر وہ لوگ براءت کرنے لگے کہ نہیں ہم نے یہ خطوط نہیں بھیجے۔ مفاہمت کی صورت میں جب یہ خطوط سامنے آتے تو ان کا حشر کیا ہوتا اس کو اچھی طرح آج بھی سمجھا جا سکتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان سرداروں اور ان کے حواریوں نے مصالحت و مفاہمت کا سلسلہ جاری رہنے نہیں دیا اور عمرو بن سعد کو مجبور کر دیا کہ وہ حضرت حسینؓ کے سامنے یہ شرط پیش کرے کہ یا تو غیر مشروط طور پر Surrender کیجئے ورنہ جنگ کیجئے۔ یہ سازشی لوگ حضرت حسینؓ کے مزاج سے اتنے ضرور واقف تھے کہ ان کی غیرت و حمیت غیر مشروط طور پر حوالگی کے لئے تیار نہیں ہو گی اور فی الواقع ہوا بھی یہی۔ لہٰذا انہوں نے غیر مشروط Surrender کرنے سے انکار کر دیا اور مسلح تصادم ہو کر رہا، جس کے نتیجے میں سانحۂ کربلا واقع ہوا۔ دادِ شجاعت دیتے ہوئے آپ کے ساتھی شہید ہوئے۔ آپ کے اعزہ و اقارب نے اپنی جانیں نچھاور کیں اور آپ نے بھی تلوار چلاتے ہوئے اور دشمنوں کو قتل کرتے ہوئے جامِ شہادت نوش فرمایا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

یہ ہے اصل حقیقت اس سانحۂ فاجعہ کی۔ اصل سازشی ذہن کو پہچانئے! حضرت ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت سے لے کر کربلا کے سانحۂ فاجعہ تک مسلمانوں کی آپس میں جو مسلح آویزش رہی ہے، اس میں درپردہ ان سبائیوں ہی کا ہاتھ تھا۔ مستند تواریخ اس حقیقت پر شاہد ہیں، البتہ ان کو نگاہِ حقیقت بین اور انصاف پسندی کے ساتھ پڑھنا ہو گا۔ جنگِ جمل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فتح ہوئی۔ آنجناب نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ بالکل وہی جو ایک بیٹے کو ماں کے ساتھ کرنا چاہئے۔ چالیس خواتین اور حضرت صدیقہؓ کے لشکر کے معتبر ترین لوگوں کے ہمراہ پورے ادب و احترام کے ساتھ ان کو مدینہ منورہ پہنچا دیا۔ معلوم ہوا کہ نہ ذاتی دشمنی تھی نہ بغض و عناد۔ اور اِدھر کیا ہوا؟ معاذ اللہ، ثم معاذ اللہ، کیا امیر یزید نے خاندانِ رسالتؐ کی خواتین کو اپنی لونڈیاں بنایا؟ آخر وہ دمشق بھیجی گئی تھیں، لیکن وہاں کیا ہوا؟ ان کا پورا احترام کیا گیا، ان کی دلجوئی کی گئی، ان کی خاطر و مدارات کی گئی۔ امیر یزید نے انتہائی تاسف کا اظہار کیا اور کہا کہ "ابن زیاد اس حد تک نہ بھی جاتا تو بھی میں اس سے راضی رہ سکتا تھا۔ کاش وہ حسین رضی اللہ عنہ کو میرے پاس آنے دیتا، ہم خود ہی باہم کوئی فیصلہ کر لیتے"۔

لیکن کربلا میں جو کچھ ہوا، وہ اس فتنے کی وجہ سے ہوا جو کوفیوں نے بھڑکایا تھا۔ وہ اپنی دوعملی اور منافقت کی پردہ پوشی کے لئے نہیں چاہتے تھے کہ مصالحت و مفاہمت کی کوئی صورت پیدا ہو۔ ان کو جب محسوس ہوا کہ ہماری سازش کا بھانڈا پھوٹ جائے گا تو انہوں نے وہ صورتِ حال پیدا کر دی جو ایک نہایت دردناک اور الم انگیز انجام پر منتج ہوئی۔

یہ سانحۂ فاجعہ انتہائی افسوسناک تھا، اس سے کون اختلاف کر سکتا ہے! اس نے تاریخ پر جو گہرے اثر ڈالے ہیں وہ اظہر من الشمس ہیں۔ اس کڑوے اور کسیلے پھل کا مزا اُمت چودہ سو سال سے چکھتی چلی آ رہی ہے۔

# قومی یکجہتی وقت کی اہم ترین ضرورت ہے

## صوبائی عصبیت کو ہوا دینے سے گریز کیجیے!

محمد سمیع

پاکستانی عوام کو ہر صبح خوفناک خبروں کا تواتر کے ساتھ سامنا ہے۔ سوتی آنکھوں سے تو رات میں بھیانک خواب نظر آتے ہیں جنہیں انگریزی میں Nightmare کہا جاتا ہے، لیکن جاگتی آنکھوں کو صبح صبح جن خوفناک خبروں کا سامان ہے انہیں کیا نام دیا جائے۔ ادھر چند دنوں میں جو خبریں آئی ہیں ان میں سے چند کا خلاصہ کچھ یوں ہے۔

1۔ افغانستان کے صدر حامد کرزئی کا بیان سامنے آیا ہے کہ ہزاروں خاندان پاکستان سے ہجرت کر کے افغانستان میں داخل ہو رہے ہیں۔ وہ پاکستان کی جانب سے اپنے ہم وطنوں کی جنہوں نے افغان جہاد کے دوران پاکستان کو ہجرت کی تھی، میزبانی کا قرض چکائیں گے۔ اللہ کا شکر ہے کہ انہوں نے یہ نہیں کہا کہ ہم ان کے لئے مہاجر کیمپ کھول رہے ہیں۔ (ویسے مستقبل میں ہمیں ایسی خبر سننی پڑ جائے تو کوئی حیرت کی بات نہ ہوگی) پاکستانی عوام کے لئے کوئی خبر اب باعث حیرت نہیں۔ البتہ مہاجر کیمپس کے تذکرے سے 1970ء کے وہ مہاجر کیمپس یاد آئے جو بھارت نے سابق مشرق پاکستان سے ہجرت کرنے والے بنگالیوں کے لئے قائم کئے تھے اور پھر مکتی باہنی کا قیام، ان کی شورش، بھارت کا حملہ اور سقوط ڈھاکہ، یہ ساری بدقسمتیاں ہمارے حصے میں آئیں۔ کیا تاریخ ایک نئے زاویے سے اپنے آپ کو دہرانے والی ہے؟ اللہ پاکستان کی حفاظت فرمائے۔ آمین

2۔ پاکستان کی دگرگوں صورتحال کے پیش نظر امریکہ نے پاکستان کی ایٹمی تنصیبات پر قبضے کے لئے ایک فوجی دستہ تیار کر لیا ہے۔ قارئین آپ کو یاد ہوگا کہ ماضی میں نام نہاد دہشت گردی کے خلاف عالمی اتحاد میں ہماری شمولیت کے جو مختلف فوائد گنوائے گئے تھے، ان میں ایک یہ بھی تھا کہ ہمارے حساس اثاثوں کو تحفظ ملے گا۔ تحفظ کیا ملتا الٹا لینے کے دینے پڑتے نظر آ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ وطن عزیز کو اس کے دشمنوں کی ریشہ دوانیوں سے محفوظ فرمائے۔ (آمین)

3۔ پینٹاگون میں ایک اجلاس کے دوران یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ پاکستان کے قبائلی علاقوں میں بڑھتی ہوئی شورش پر قابو پانے کے لئے امریکی سی آئی اے کو ذمہ داری تفویض کر دی گئی ہے اور اسے اختیار دے دیا گیا ہے کہ وہ ضروری کارروائی کرے۔ پاکستانی دفتر خارجہ نے بجا طور پر ایسے کسی اقدام کو ملک کی خود مختاری پر حملہ کے مترادف قرار دیا ہے لیکن ماضی قریب میں کیا امریکہ کے اتحادیوں کی جانب سے قبائلی علاقوں میں بمباری نہیں کی گئی۔ ہماری حکومت نہ صرف ایسے حملوں کو بند نہ کرا سکی بلکہ بعض ایسی جارحانہ کوششوں کو own کیا ہے۔

4۔ امریکہ میں ہونے صدارتی انتخابات کے مہم کے دوران چند امیدواروں نے پاکستان میں عسکریت پسندوں سے نمٹنے کے لئے امریکہ کی فوجی کارروائی کے ممکنہ اقدام کی حمایت کی ہے اور ہیلری کلنٹن نے تو پاکستان کے ایٹمی تنصیبات کے تحفظ کے لئے امریکہ اور برطانیہ پر مشترکہ ذمہ داری ڈالی ہے، تاکہ ان کے مطابق انتہا پسند ان پر قابض نہ ہو جائیں،

> چند ووٹوں اور اقتدار میں آنے کے لئے صوبائی تعصب کو ہوا دینا قابل مذمت ہے تعصب کی آگ بھڑکانے والے خود اس آگ میں جل جائیں گے

اب تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جس طرح افغانستان پر حملے کے لئے نائن الیون کا ڈرامہ رچایا گیا تھا، خدانخواستہ پاکستان پر حملے کے لئے سانحہ لیاقت باغ کا منصوبہ بنایا گیا تاکہ اس کے ردعمل میں یہاں خانہ جنگی جیسی صورتحال پیدا ہو اور امریکہ کو مداخلت کا جواز ملے۔ اس موقع پر علامہ اقبال کے اشعار یاد آ رہے ہیں جو برصغیر کے لوگوں کو تنبیہ کے لئے کہے تھے جو آج ہم پر صادق آ رہے ہیں کہ۔

وطن کی فکر کر ناداں مصیبت آنے والی ہے
تری بربادیوں کے مشورے ہیں آسمانوں میں
نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے ہندوستاں والو!
تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

لیکن افسوس کہ ہمارے سیاستداں نہ صرف یہ کہ صورتحال کی سنگینی کا ادراک نہیں کر رہے ہیں بلکہ لاشعوری طور پر دشمنوں کے عزائم کی تکمیل کی راہ ہموار کر رہے ہیں۔ آج کل ایک سیاسی جماعت کی جانب سے اخبارات میں خاصے بڑے سائز کے اور رنگین اشتہارات (اخبارات کے پہلے صفحے پر نصف صفحہ پر مشتمل) آ رہے ہیں جن کے ذریعہ عوام میں یہ باور کرانے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ ملک میں سانحہ لیاقت باغ پر جو ردعمل آیا ہے وہ سارا پیپلز پارٹی کا کیا دھرا ہے۔ اس طرح ایک ایسی جماعت کو جو ماضی میں فیڈریشن کی سیاست کرتی رہی ہے اور سانحہ لیاقت باغ کے ردعمل کے طور پر کچھ سرپھروں کے پاکستان مخالف نعروں کو مسترد کرتے ہوئے ایک بار پھر وفاق کے استحکام کا اپنے آپ کو ضامن قرار دیا ہے، دیوار سے لگانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ دوسری جانب اس اشتہار کے نتیجے میں سندھ اور پنجاب کے عوام میں ایک دوسرے کے لئے نفرت کی راہ ہموار کی جا رہی ہے۔ اس اشتہار کا عنوان "صرف تین دن میں 100 ارب روپے کا نقصان" رکھا گیا ہے۔ اس 100 ارب روپے کے نقصان کا تخمینہ کس طرح لگایا گیا جبکہ نقصانات کا تخمینہ لگانے کے لئے کمیشن کا قیام اس کے بعد میں آیا ہے۔ بہرحال مشتہر جماعت نے اس کی ضرورت ہی محسوس نہیں کہ اِس اشتہار میں وہ واضح کرتے کہ یہ تخمینہ انہوں نے کیسے لگایا کیونکہ "مستند ہے ان کا فرمایا ہوا" اس اشتہار میں یہ بھی درج ہے کہ "پاکستان مسلم لیگ سندھ کے ورکرز، امیدوار قومی و صوبائی اسمبلی اور پنجابی، مہاجر، پٹھان اور بلوچ آبادکار جو ان واقعات سے متاثر ہوئے ہیں، دادرسی کے لئے ریلیف سیل کے درج ذیل نمبروں پر رابطہ کریں"۔ سندھ کے ان عوام کا کوئی تذکرہ نہیں جو ان ہنگاموں کے دوران متاثر ہوئے۔ مہاجروں کے لئے یہ لمحہ فکریہ ہے کہ انہیں ان کے اس دعوے کے باوجود کہ وہ بھی سندھی ہیں کیونکہ یہاں رہائش اختیار کرنے کے بعد ان کی حیثیت سندھی کی ہو گئی ہے، اس اشتہار میں انہیں سندھیوں سے الگ کر دیا گیا ہے۔ اب یہ ان پر منحصر ہے کہ وہ اس پیشکش سے فائدہ اٹھاتے ہیں یا نہیں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ اس پیشکش کو رد کر دیں گے۔ کیونکہ ان کے سامنے بنگلہ دیش میں محصور اپنے لاکھوں بھائیوں کا حشر معلوم ہے جو 36 سال گزرنے کے بعد بھی بے وطن ہیں اور وہاں جانوروں سے بدتر زندگی گزارنے پر مجبور ہیں، ایک ایسی سرزمین میں جس سے وہ تعلق اختیار کر چکے ہیں لیکن افسوس کہ ہم پاکستانیوں نے بھی ان سے قطع تعلق کر لیا ہے۔ ویسے اس اشتہار کے مرتب کرنے والوں کو داد دیجئے (باقی صفحہ 16 پر)

# چلے کہاں کے لئے تھے ہم آ گئے کہاں

محبوب الحق عاجز

دین و وطن کا درد رکھنے والے اہل دانش و بینش کل تک حکمرانوں اور عوام کو متنبہ کر رہے تھے کہ خدارا باز آ جاؤ، ملک و ملت کو درپیش خطرات کی گھنٹیاں مسلسل سنائی دے رہی ہیں۔ مگر جب دلوں پر غفلت کے پردے پڑ جائیں، آنکھوں پر دبیز پٹیاں آ جائیں، گوش سماعت سے محروم ہو جائیں، تو عقل و دانش کی بات کسے سنائی دیتی ہے۔ کون بڑھ کر اس پر لبیک کہتا ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو ملت اسلامیہ کی تاریخ سقوط بغداد، سقوط غرناطہ اور سقوط ڈھاکہ کے المناک سانحوں سے داغدار نہ ہوتی۔ ''ہنوز دلی دور است'' کی مجرمانہ غفلت اگر بروئے کار نہ آتی تو آج برصغیر کا جغرافیہ ہی کچھ اور ہوتا۔ صاحبو! خطرے کی گھنٹیاں اب گزرے کل کی بات ہے، آج کا منظر کچھ اور ہے۔ خطرات کے بادل اب تو ہمارے سروں پر منڈلانے لگے ہیں۔

نائن الیون کے خونی ڈرامے کے بعد جس کا الزام بظاہر اسامہ بن لادن اور القاعدہ پر لگایا گیا، مگر جس کی اصل ہدایت کار خود امریکی سی آئی اے اور اسرائیلی موساد تھی، امریکی استعمار اور اتحادیوں نے برادر اسلامی ملک افغانستان پر یلغار کی۔ اس موقع پر ''تم ہمارے ساتھ ہو یا ہمارے خلاف'' کی صدا اور پتھر کے دور میں دھکیل دینے اور تورا بورا بنا دینے کے دھمکی آمیز پیغام نے ہمارے بہادر جرنیل کا دل دہلا دیا۔ چنانچہ ہم نے طالبان کی اسلامی حکومت کے خلاف امریکہ کی کروسیڈی یلغار کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا۔ ہماری سرکاری اور درباری دانش نے اسے زمینی حقائق کا نام دیا اور اس کا خوب دفاع کیا۔ مگر حقیقت میں یہ اسی ''حکیمانہ'' اور ''دانشمندانہ'' فیصلہ کا کیا دھرا ہے کہ آج ہم ایک ایسے خطرناک مقام پر آ پہنچے ہیں، جہاں کوئی راہ ہمیں سجھائی نہیں دے رہی۔ ملک کی بقا و سلامتی سوالیہ نشان بن چکی ہے۔ داخلی سطح پر ہم ایک خوفناک بحران سے دوچار ہیں، جو تشویش کی تمام حدوں کو پھلانگ رہا ہے۔ بدامنی و انتشار، ظلم و ناانصافی، چوری ڈکیتی اور لاقانونیت اگرچہ ایک عرصہ ہوا، ملک پر مسلط تھی مگر گزشتہ آٹھ سالوں میں ملک میں قتل و غارت گری، خودکش حملوں، نہتے اور بے قصور قبائلی بھائیوں، بہنوں اور مدارس کے معصوم بچوں اور بچیوں کے خلاف سفاکانہ آپریشنوں کا جو مہیب سلسلہ چل نکلا ہے، اس کی مثال ہماری ساٹھ سالہ تاریخ میں نہیں ملتی۔

اگر اس دور کو ''عہد خون رنگ'' کا نام دیا جاتا ہے تو یہ بلاوجہ نہیں۔ وزیرستان سے لے کر بلوچستان تک، اور باجوڑ اور سوات سے لے کر لال مسجد اور لیاقت باغ تک بھی خون کہانی ہے، جس نے سرزمین پاک کے چپہ چپہ کو بے گناہوں کے لہو سے رنگین کر دیا ہے۔

خارجی سطح پر دیکھئے، وہ خطرہ جس کی دہائی دی جا رہی تھی، اب تصور سے حقیقت بن کر ہمارے سامنے آ چکا ہے۔ اس امر کے باوجود کہ گزشتہ آٹھ سالوں میں ہم نے

> **تشویشناک امر یہ ہے کہ صدر نے قبائلی علاقوں میں مشترکہ کارروائی کے امکان کو رد نہیں کیا۔ انہوں نے کہا اگر امریکہ نے اسامہ بن لادن کی گرفتاری کے لئے پاکستان میں فوجیں بھیجیں تو یہ کام ہماری اجازت کے ساتھ اور ہم سے مل کرنا ہوگا**

وائٹ ہاؤس کی طرف سے ملنے والے ہر حکم کی تعمیل کی، ہر ''ڈو مور'' پر لبیک کہی۔ نظریاتی، آئینی، مالیاتی اور عسکری ہر معاملے میں عالمی شہ دماغوں کی ڈکٹیشن پر پورے شعور و ادراک کے ساتھ عمل کیا مگر ہم جن کے نان نیٹو اتحادی ہیں، جن کی جنگ میں فرنٹ لائن سٹیٹ کا مقام ملنے پر فخر کرتے ہیں، جن کی رضا اور خوشنودی کی خاطر اپنے ہی مسلمان بھائیوں کے ساتھ چوہے بلی کا کھیل کھیلتے رہے، آج وہ ہمارے وجود کے درپے ہیں۔ انہیں بساط عالم پر پاکستان نام کی ایک نظریاتی اور ایٹمی طاقت کا وجود گوارا نہیں۔

امریکہ کے ڈیموکریٹس صدارتی امیدواروں کے بیانات دیکھئے، ہیلری کلنٹن اور باراک اوباما برملا کہہ رہے ہیں کہ برسراقتدار آ کر پاکستان کے قبائلی علاقوں میں پاکستان کی پیشگی اجازت کے بغیر حملے کر دیں گے۔ کہا جا سکتا ہے کہ یہ ان لوگوں کے سیاسی نعرے ہیں، وہ پاکستان مخالفت کی قیمت پر صدارتی انتخابات میں عوامی حمایت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اگر اس بات کو مان بھی لیا جائے تو آپ وائٹ ہاؤس میں ''ابلیس کی مجلس شوریٰ'' میں ہونے والی اس منصوبہ بندی کو کیا نام دیں گے، جو گزشتہ ہفتہ ایک اعلیٰ سطحی اجلاس میں کی گئی۔ نیویارک ٹائمز کی رپورٹ کے مطابق اس اجلاس میں امریکی صدر بش، نائب صدر ڈک چینی، وزیر خارجہ کنڈولیزا رائس اور دوسرے اعلیٰ فوجی اور خفیہ اداروں کے حکام نے شرکت کی اور اس بات کا جائزہ لیا کہ پاکستان کے قبائلی علاقوں میں جارحانہ خفیہ آپریشن کے لئے سی آئی اے اور امریکی فوج کی اتھارٹی میں اضافہ کیا جائے۔ اخبار نے قابل اعتماد ذرائع سے یہ انکشاف بھی کیا کہ صدر بش نے اجلاس میں یہ امید ظاہر کی کہ صدر پرویز مشرف اور جنرل اشفاق کیانی اس کی اجازت دے دیں گے، بصورت دیگر اجازت کے بغیر بھی ہم کارروائی کر سکتے ہیں۔ امریکی خفیہ ادارے سی آئی اے کے ڈائریکٹر مائیکل میکائل نے بھی بھی ہرزہ سرائی کی ہے۔ ''فاکس نیوز'' سے گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ القاعدہ قیادت کی پاکستانی حدود میں موجودگی کی کسی بھی اطلاع پر امریکی فوج پاکستان کے اندر داخل ہو کر انہیں مارنے یا گرفتار کرنے سے گریز نہیں کرے گی۔

مبصرین کے مطابق امریکہ اب ہر قیمت پر اس خطے میں سی آئی اے کی اتھارٹی میں اضافہ کرنا چاہتا ہے۔ جس کے بعد امریکی فوج پاکستان کے اندر زیادہ آزادی کے ساتھ جارحانہ انداز میں آپریشن کر سکے گی، جس کا بظاہر مقصد پاکستان اور افغانستان کے درمیان طالبان اور القاعدہ کی سپلائی لائن کو منقطع کرنا ہے۔ مگر حقیقت میں پاکستان کے ایٹمی اثاثوں کو اپنے کنٹرول میں لینا ہے۔ جنرل حمید گل کے بقول امریکی سی آئی اے کے سربراہ کی جانب سے القاعدہ اور بیت اللہ محسود پر بے نظیر کے قتل کا الزام بھی اسی لئے لگایا گیا ہے، تاکہ القاعدہ کے بہانے پاکستان کے خلاف کارروائی کی جا سکے۔ درحقیقت یہ وہی شرانگیز منصوبہ ہے جس کی تجویز کچھ عرصہ پہلے امریکہ کے عسکری ماہر فریڈرک کیگان دے چکے ہیں۔ کیگان نے بش انتظامیہ پر زور دیا ہے کہ ''پاکستان اس وقت شدید عدم استحکام سے دوچار ہے۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے امریکی فوج اور برطانوی ایلیٹ فورس پر مشتمل دستے تیار کئے جائیں اور ایک منظم فوجی

آپریشن کے ذریعے پاکستان کے تمام ایٹمی اثاثوں کو اپنی تحویل میں لے کر انہیں نیو میکسکو میں بنائے گئے فوجی گوداموں کی نذر کر دیا جائے"۔ برطانوی اخبار گارڈین کے مطابق امریکی محکمہ خارجہ کے ایک سابق عہدیدار نے نام نہ بتانے کی شرط پر بتایا کہ پاکستان کے تیزی سے بدلتے ہوئے حالات کے تناظر میں، بش انتظامیہ نے فریڈرک کیگان کے منصوبے کو بڑی اہمیت دے کر قبول بھی کر لیا ہے۔

نہ کوئی چہرہ شناسا، نہ کوئی راحت جاں
چلے کہاں کے لئے تھے، ہم آ گئے کہاں
وفا کی راہ میں ہر سمت خاک اڑتی ہے
نہ دور دور تک کہیں چھاؤں، نہ راستوں کے نشاں
وفا بھی سوختہ لب، اور جفا بھی سوختہ لب
نہ قہقہے ہیں فضا میں کہیں، نہ آہ و فغاں
فراعنہ ہیں، نہ شداد، نہ کنس کوئی
مگر انہی کی صدا سے، بھرے ہیں کون و مکاں

آثار بھی بتا رہے ہیں کہ افغانستان اور عراق کو اپنی ننگی جارحیت کو نشانہ بنانے والی عالمی طاقت اور اُس کے صلیبی اتحادی اب اپنی توپوں کا رُخ ارض پاک کی طرف موڑنا چاہتے ہیں۔ ایک عرصہ سے عالمی میڈیا، پر جس پر یہود کی گرفت ہے، ایٹمی پروگرام کے حوالے سے ہمارا میڈیا ٹرائل بھی ہو رہا ہے۔ پاکستان کو ایک ایسی ایٹمی طاقت کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے جو اپنے ایٹمی اثاثوں کی نگرانی نہیں کر سکتی۔ وہ ایک غیر ذمہ دار ایٹمی طاقت ہے جو دنیا کے لئے خطرہ بن سکتی ہے۔ اُس کے ایٹمی ہتھیار اُن لوگوں کے ہاتھ آسکتے ہیں جو استعماری طاقتوں کے مخالف ہیں۔ اِس پروپیگنڈا میں عالمی ایٹمی ایجنسی کے سربراہ محمد البرادعی کے بیان کے بعد اور اضافہ ہو گیا ہے جس میں انہوں نے کہا ہے کہ پاکستان کا ایٹمی اسلحہ انتہا پسندوں کے ہاتھ لگنے کا خطرہ ہے۔ اگر غور کیا جائے تو اِس پروپیگنڈے کا مقصد بھی یہی ہے کہ پاکستان کے خلاف دنیا بھر میں نفرت پیدا کی جائے، اور اُس کے خلاف کسی بھی ممکنہ کارروائی میں دنیا کی حمایت حاصل کی جائے۔ یہ سب کچھ دراصل اُسی قسم کی میڈیا وار کی ابتداء ہے، جیسی کہ افغانستان پر حملے سے پہلے طالبان حکومت کے خلاف شروع کی گئی یا پھر جیسے عراق پر حملے سے بہت پہلے عراق میں نیوکلیئر اور جراثیمی ہتھیاروں کی موجودگی اور اس سے امن عالم کو شدید خطرے کا پروپیگنڈا کیا گیا۔

امریکہ کی طرف سے کسی بھی ممکنہ خفیہ آپریشن کی پلاننگ کے جواب میں صدر مشرف نے پہلی بار سخت لب و لہجہ اپنایا ہے۔ ایک غیر ملکی اخبار کو انٹرویو دیتے ہوئے انہوں نے واضح کیا کہ پاکستان کی رضامندی کے بغیر امریکی یا اتحادی فوجوں کا ہمارے قبائلی علاقوں میں داخلہ ہماری خودمختاری پر حملہ تصور ہوگا، جس کی سخت مزاحمت کی جائے گی۔ اگر صدر محترم کا یہ بیان سفارت کاری کا حصہ یا عوام میں گرتی ہوئی ساکھ کی بحالی کی کوشش نہیں، بلکہ فی الواقع اعلیٰ حکومتی سطح پر سوچ و فکر کی تبدیلی کا مظہر ہے، تو یہ نہایت خوش آئند بات ہے۔ لیکن تشویشناک امر یہ ہے کہ صدر نے قبائلی علاقوں میں مشترکہ کارروائی کے امکان کو رد نہیں کیا۔ انہوں نے کہا اگر امریکہ نے اسامہ بن لادن کی گرفتاری کے لئے پاکستان میں فوجیں بھیجیں تو یہ کام ہماری اجازت کے ساتھ اور ہم سے مل کر کرنا ہوگا۔ حالانکہ مشترکہ آپریشن یکطرفہ کارروائی سے مختلف چیز نہیں۔ امریکہ کو مشترکہ آپریشن کی پیشکش کرنے کی بجائے صوبہ سندھ و بلوچستان اور مغربی سرحد پر "را" کی سرگرمیوں کو کنٹرول کرنے کی منصوبہ بندی ہماری ضرورت ہے۔ قبائلی علاقوں میں آپریشن سے ہمارے بھائی پہلے ہی بہت ناراض ہیں۔ اگر اِس قسم کا کوئی آپریشن کیا گیا تو اُس کے سنگین نتائج برآمد ہو سکتے ہیں جن کے ہم متحمل نہیں ہو سکتے۔ خاص طور پر ایسے حالات میں جبکہ بلوچستان اور سندھ میں مرکز گریز قوتیں اُبھر رہی ہیں اور پاکستان نہ کھپے کے نعرے لگ رہے ہیں۔

ہماری قیادت پر واضح ہو جانا چاہیے کہ ملک جن مخدوش حالات سے دوچار ہے، ان میں ہمارے پاس آپشن بہت کم رہ گئے ہیں۔ حالات کا تقاضا ہے کہ سنجیدہ اقدامات اور جرأتمندانہ فیصلے کئے جائیں۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ نام نہاد روشن خیالی اور اعتدال پسندی کے نام پر ملک کے اندر سیکولرازم کی ترویج کا سلسلہ بند کیا جائے جس سے قوم میں شدید بے چینی پائی جاتی ہے۔ پاکستان اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا۔ اسلامی نظریے کی پورے شعور کے ساتھ نہ صرف انفرادی بلکہ اجتماعی سطح پر بھی تعمیل کی جائے۔ اِسی سے پاکستان مضبوط ہوگا، اور قوم کے اندر پائی جانے والی بے چینی اور انتشار کا خاتمہ ہو سکے گا۔ اِسی کا تقاضا یہ بھی ہے کہ "اعتدال پسند" اور "انتہا پسند" کے نام سے قوم کو تقسیم کرنے کی جو کوششیں ہو رہی ہیں، انہیں ترک کیا جائے۔ یہ تقسیم مغرب کی پیدا کردہ ہے، جس کا مقصد مسلمانوں کو کمزور کرنا ہے۔ سیاسی بے چینی کے خاتمے کے لئے صدر مشرف کے سامنے واحد آپشن یہ ہے کہ وہ آزاد اور غیر جانبدارانہ انتخابات کرائیں، فی الفور عدلیہ کو 3 نومبر والی پوزیشن پر بحال کریں اور داخلی انتشار جہاں کہیں بھی ہے، اُس کے خاتمے کے لئے طاقت کے استعمال کی بجائے ڈائیلاگ کا راستہ اختیار کریں۔ خارجی میدان میں ضروری ہے کہ نام نہاد دہشت گردی کے خلاف امریکہ کی صلیبی جنگ سے کنارہ کشی اختیار کی جائے۔ ہم نے نائن الیون کے بعد افغان پالیسی سے جو یوٹرن لیا، اُس نے ملک کی کشتی کو بھنور میں دھکیل دیا، اب ملک کی بقا و سلامتی کا تقاضا ہے کہ امریکہ سے تعاون کی پالیسی سے یوٹرن لیا جائے۔ اُسے صاف بتا دیا جائے کہ اپنی سلامتی کا تحفظ ہماری اولین ترجیح ہے۔ اب ہم مزید کچھ نہیں کر سکتے۔ افغانستان پر جو جنگ تم نے مسلط کی، وہ دہشت گردی کے خلاف نہیں، اسلامی تہذیب اور نظریے کے خلاف ہے۔ یہ تمہارے استعماری مفادات کی جنگ ہے جس میں ہم مزید تمہارا ساتھ نہیں دے سکتے۔ اِس وقت ہماری قیادت کو حقیر ذاتی اور گروہی مفادات سے بالاتر ہو کر سوچنے کی ضرورت ہے۔ ہم ایک تنی ہوئی رسی پر چل رہے ہیں۔ ہمارے پاس مزید غلطیوں کی گنجائش اب نہیں رہی۔ اگر ارباب اقتدار نے اب بھی اپنی پالیسیوں میں بنیادی نوعیت کی تبدیلی نہ کی اور سابق ڈگر پر چلتے رہے تو خاکم بدہن، وہ اُونٹ جسے ہم نے خود اپنے خیمے میں سر داخل کرنے کی اجازت دی، کہیں خیمے میں گھس نہ جائے۔

حادثہ لمحوں کا ہو جاتا ہے صدیوں پر محیط
ایک لغزش کئی نسلوں کو سزا دیتی ہے


## ضرورت رشتہ

☆ جڑانوالہ (فیصل آباد) کے ملتزم رفیق تنظیم، عمر 29 سال، تعلیم میٹرک، ملازمت پیشہ، کے لئے دینی مزاج کی حامل لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0322-7943132


## دعائے مغفرت کی اپیل

☆ تنظیم اسلامی حلقہ خواتین فیصل آباد کی رفیقہ زہرہ بیگم وفات پا گئیں

☆ ہارون آباد کے رفیق تنظیم محمد اکرم شاد کی والدہ کا انتقال ہو گیا

☆ بہاولپور کے رفیق تنظیم سراج احمد کی اہلیہ وفات پا گئیں

اللہ تعالیٰ مرحومات کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ رفقاء تنظیم اسلامی اور احباب سے دُعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

# اسامہ کی تلاش

## امریکی جریدے نیوز ویک کی ایک رپورٹ، جو القاعدہ اور اسامہ بن لادن کے تعلق سے مغربی نقطۂ نظر پیش کرتی ہے

(آخری قسط)

انتخاب و ترجمہ: سید افتخار احمد

صدر پاکستان پرویز مشرف اپنے امریکی اتحادیوں سے دہشت گردی کی جنگ میں بددل ہو چکے ہیں۔ 2002ء میں انہوں نے ایک اعلیٰ برطانوی افسر کو بتایا کہ "میری بڑی پریشانی یہ ہے کہ ایک دن امریکی مجھے چھوڑ دیں گے، کیونکہ وہ ہمیشہ اپنے دوستوں کو چھوڑ دیتے ہیں۔" اس افسر کے مطابق مشرف نے کہا: "امریکہ نے 1970ء کی دہائی میں ویت نام کو چھوڑا۔ لبنان کو 1980ء کی دہائی اور صومالیہ کو 1990ء کی دہائی میں چھوڑا۔ پھر بھی میں نے امریکہ کو پاکستانی بارڈر کے اندر 5 یا زیادہ کلومیٹر تک ضرورت کے تحت آپریشن کی اجازت دے دی۔" مشرف نے امریکیوں کو بتایا: "مجھے معلوم ہے جو کچھ تم کرنا چاہو گے، کرو گے اور یہ کہ اس پر پاکستانی تنقید کریں گے۔" ایک امریکی افسر کے مطابق مشرف نے صرف ایک درخواست کی کہ بن لادن کو زندہ گرفتار نہ کیا جائے، اور اس پر پاکستان میں مقدمہ نہ چلایا جائے۔

امریکہ کو مشرف کے تعاون سے بڑی بڑی کامیابیاں حاصل ہوئیں۔ پاکستانی پولیس کی مدد سے CIA اور FBI نے خالد شیخ محمد کو جو القاعدہ کا آپریشنل چیف تھا اور جس نے 9/11 حملوں کا منصوبہ بنایا تھا، یکم مارچ 2003ء کو کوئٹہ میں ایک گھر سے گرفتار کیا۔ محمد نعیم نور خان کو جو القاعدہ کا مواصلاتی ماہر تھا 2004ء میں کراچی سے گرفتار کیا۔ لیکن امریکیوں کی انتہائی مایوسی کی وجہ سے پاکستانی حکومت نے اسے بغیر کسی جرم کا الزام لگائے رہا کر دیا۔ ابوفراج اللبی کو مئی 2005ء میں گرفتار کیا گیا جو خالد کی جگہ چیف آف آپریشنز تھا۔

القاعدہ کے دو دفعہ مشرف کو قتل کرنے کی کوشش سے 2003ء میں پاکستانی لیڈر نے خود مجاہدین کے ٹھکانہ پر حملہ کا فیصلہ کیا۔ جنرلوں نے بڑی پھوں پھاں کی کہ انہوں نے بن لادن کو گھیرے میں لے لیا ہے۔ پاکستانی ٹینک اور گن شپ ہیلی کاپٹر شمال مغربی علاقہ میں گرجتے اور دندناتے لگے، مگر اکا دکا جھڑپوں کے علاوہ وہاں کچھ نہ ہوا۔

فرنٹیر کانسٹیبلری اور ملیشیا کی وفاداری بھی سوالیہ نشان ہے۔ ایک یورپی فوجی افسر نے جو پاک افغان بارڈر پر تھا، بتایا کہ "FC اہلکار عموماً پاکستان سے افغانستان میں داخل ہونے والے مجاہدین کے بارے میں امریکیوں کو نہیں بتاتے تھے۔ بلکہ مئی 2006ء میں ایک FC سپاہی نے ایک امریکی افسر کو پاکستان میں گولی مار کر ہلاک کر دیا۔" مشرف نے اگرچہ ISI کو طالبان اور القاعدہ سے ہمدردی رکھنے والوں سے صاف کر دیا لیکن یورپی افسر کہتے ہیں کہ پرانے ہمدرد غیر سرکاری طور پر ان کی تائید کرتے ہیں۔

2005ء کے آخر میں CIA اور پینٹاگون کا متحدہ آپریشن کمانڈ عمل میں آیا جس کے مطابق انہیں "80 فیصد یقین" تھا کہ بن لادن کا قدیم معتمد ظواہری یا دیگر معتمد اس وقت پاکستان کے کسی گھر کے صحن میں میٹنگ میں مصروف ہوں گے۔ "یہ بہترین انٹیلی جنس کی تصویر تھی جو ہم نے دیکھی۔" جاسوسوں اور اسپیشل آپریشن فورس نے ہوائی کمانڈوز کے حملہ کا منصوبہ بنایا جس کا خالق جیری بروک ہیمر تھا۔ تقریباً 30 امریکی نیوی سیلز C-130 کے ذریعہ رات کے اندھیرے میں پاکستانی بارڈر کے افغانستان کی طرف، نشانہ سے 30،40 کلومیٹر دوران کو جمپ کرا دے۔ پھر وہ پیراسیلز اور موٹر ہینگ گلائیڈرز کے ذریعہ رات کے اندھیرے میں پہاڑوں کے اوپر سے گزرتے ہوئے مطلوبہ کمپاؤنڈ کے قریب محفوظ جگہ اتر جائیں۔ اس طرح وہ اس گھر کے صحن پر حملہ کر کے ظواہری یا جو بھی وہاں موجود ہوں، کو گرفتار کر لیں، اور ضرورت پڑے تو ہلاک کر دیں۔ پھر وہ ان کو قریب ہی دوسری جگہ لے جائیں جہاں دو CH-53 ہیلی کاپٹر ان کو واپس افغانستان لے جانے کے لئے انتظار کر رہے ہوں گے۔

> **پرویز مشرف نے برطانوی افسر کو بتایا: "میری بڑی پریشانی یہ ہے ایک دن امریکی مجھے چھوڑ دیں گے، کیونکہ وہ ہمیشہ اپنے دوستوں کو چھوڑ دیتے ہیں"**

یہ منصوبہ گرمجوشی سے CIA ڈائریکٹر پورٹر گوس اور JSOC کمانڈر سٹینلے میک کرسٹل نے منظور کر لیا۔ لیکن جب پینٹاگون کی سویلین لیڈرشپ نے، جس میں رمز فیلڈ اور اس کا سیکریٹری سٹیفن کیمبون بھی تھا غور و فکر کرنا شروع کیا تو انہوں نے سوالات کرنے شروع کر دیے۔ کیا یہ منصوبہ اس قابل ہے کہ امریکی فوجیوں کی زندگی داؤ پر لگائی جا سکے؟ اور اگر یہ ناکام ہو گیا تو مشرف کی کیا درگت بنے گی؟ کیا تمہیں اس پر 100 فیصد یقین ہے؟ رمز فیلڈ نے بتایا کہ اس طرح کا ایک منصوبہ پہلے نامنظور ہو چکا ہے۔ دراصل ان کے ذہن میں 1980ء میں ناکام ہونے والا ایرانی منصوبہ گھوم گیا۔ اور دوسرا ناکام منصوبہ 1993ء میں کمانڈوز کو بچانے کا موگا دیشو میں بلیک ہاک ڈاؤن تھا۔ JSOC نے تجویز دی کہ 150 فوجیوں کو نزدیک ہی کہیں موجود ہونا چاہیے، تاکہ سیلز کی سیکیورٹی کا بندوبست ہو سکے۔

رمز فیلڈ نے جتنا زیادہ غور کیا اس کے مطابق یہ کام پاکستان کو کرنا ہو گا۔ تو کیا مشرف سے مشورہ کیا جائے؟ لیکن مسئلہ یہ ہے کیا پاکستانی ISI جو پہلے ہی ناقابل اعتماد ہے القاعدہ کو اس منصوبہ کا بتا نہیں دے گی؟ ایک افسر نے بتایا کہ رمز فیلڈ اس منصوبہ سے دل برداشتہ ہو گیا۔ لیکن وقت نے دیکھا کہ C-130 بارڈر پر چکر لگا رہے تھے۔ سیلز جمپ کرنے کے لئے تیار تھے۔ جبکہ رمز فیلڈ ابھی جرنیلوں کے ساتھ تبادلہ خیالات میں مشغول تھا۔ CIA ڈائریکٹر گوس پینٹاگون گیا اور انہیں منصوبہ پر عمل کرنے کا عندیہ دیا۔ رمز فیلڈ نے آخر میں کہا کہ "یقین کریں اگر یہ منصوبہ آسان ہوتا یا اس کی کامیابی پر یقین ہوتا تو ہم ضرور اس پر عمل پیرا ہوتے۔ لیکن ہمیں اس کی کامیابی کا کوئی یقین نہیں۔"

2006ء تک مشرف دل برداشتہ ہو چکا تھا۔ امریکہ کا افغانستان پر دھیان کم ہو رہا تھا۔ ان علاقوں میں جنگ جانوں اور جذبات سے زیادہ مہنگی پڑ رہی تھی۔ مجاہدین شہروں میں بھی آنے جانے لگے تھے۔ پاکستانی صدر نے اپنے نقصانات کم کرنے کے لئے ستمبر 2006ء میں قبائلی سرداروں سے ایک معاہدہ کر لیا۔ اب القاعدہ نے بھی دعوے کرنے شروع کر دیے۔ مجاہدین نے وزیرستان میں کھلے عام پریڈ کی اور غداروں کو گلیوں میں گھسیٹا۔ امریکی سیاروں نے ایک لائن میں چلتے ہوئے مجاہدین کی تصویریں کھینچیں جن میں ان کے پاؤں پلاسٹک بیگ میں لپٹے ہوئے تھے تاکہ برف کا اثر نہ ہو اور وہ پاکستان سے افغانستان میں داخل ہو رہے تھے۔ ایک الجزائری جس کا نام "بم بنانے والا" مشہور تھا مجاہدین کو IEDs بنانا سکھاتا تھا۔ لوکل مجاہدین قتل اور ڈرا دھمکا کر وہاں حکومت کرنے لگے۔ ایک تاجر کو جس نے مقامی سرکاری کانسٹیبلری کو تربوز سپلائی کئے، قتل کر دیا۔ "اندازہ لگائیں جو شخص اسامہ کو فروخت کرے گا اس کا کیا حشر ہو گا۔"

2006ء کے آخر اور 2007ء کے شروع میں امریکی پالیسی ساز جن میں نائب صدر ڈک چینی اور ڈیفنس سیکریٹری رابرٹ گیٹس بھی تھے، پاکستان آئے تاکہ مشرف کو بارڈر پر دوبارہ آپریشنز کے لئے مجبور کریں۔ صدر مشرف سے کہا گیا کہ تمہارے معاہدہ امن نے پاکستان کو بھی اور ہمیں بھی

ناکام بنا دیا ہے۔ پاکستانی صدر اس وقت بڑی مشکل میں تھا۔ اس کے لئے یہ کام آسان نہ تھا کہ اپنی غیر مقبول حکومت میں وہ مجاہدین پر دوبارہ حملے کرے اور اگر ایسا نہیں کرتا تو اُسے امریکہ کی طرف سے خطرہ تھا۔ اسے ایک دفعہ پھر 20 ہزار فوجی ان علاقوں میں موجود 80 ہزار فوجیوں کی مدد کے لئے بھیجنے پڑے۔ ایک پاکستانی فوجی افسر نے نیوز ویک کو بتایا کہ ”القاعدہ کے ساتھ ہمدردی کے تحت ہمارے پاکستانی فوجی لڑائی میں ہچکچاتے ہیں“۔

امریکی سپیشل آپریشنز فورس اب تک مجاہدین سے لڑنے کا افغانستان اور عراق میں کافی تجربہ حاصل کر چکی ہے۔ بگرام میں JSOC کا ہیڈ کوارٹر اتنے زیادہ ہائی ٹیک آلات سے پُر ہے جیسے وہ کسی ”سٹار وار“ میں ہیں۔ ایک سپیشل ایکسپرٹ نے کیلیفورنیا کے ایک نیول پوسٹ گریجوایٹ اسکول میں کہا کہ امریکہ نے ہلاکت میں 1:100 کی نسبت حاصل کر لی ہے۔ (یعنی ایک امریکی کے بدلے 100 گوریلے)۔ لیکن ہوائی حملوں میں امریکی بے شمار سویلین کو بھی ہلاک کر رہے ہیں جو مجاہدین کی افزائش میں ترقی کا باعث ہے۔ دوسرے امریکی افسر نے اسی جگہ یہ کہا کہ تم ایک شخص کو مارتے ہو تو اس کے تمام مرد رشتہ دار مجاہد بن جاتے ہیں۔

قبائلی رسم ”پشتون ولی“ سے واقف ایک امریکی افغان ایکسپرٹ نے پاکستانی بارڈر کے قریب کمانڈروں کو بریف کرتے ہوئے بتایا کہ جب تک تم قبائلی سرداروں سے چند کا اعتماد حاصل نہ کرو تم القاعدہ کے ٹاپ لیڈروں کو گرفتار نہیں کر سکتے۔ اس کے برعکس طالبان نے عام لوگوں کا اعتماد حاصل کیا ہوا ہے۔ وہ جہاں بھی جاتے ہیں لوگوں کو بتاتے ہیں کہ امریکیوں کے پاس گھڑیاں ہیں لیکن وقت ہمارے پاس ہے۔ ہم اگر کسی وجہ سے یہ علاقہ چھوڑ بھی جائیں تو دوبارہ یہاں آئیں گے۔

امریکی فوج ہمیشہ گومگو کی حالت میں رہتی ہے۔ سرد جنگ کے دنوں میں امریکی انٹیلی جنس نے یہ دلیل پیش کی کہ امریکی فوجی ٹریننگ کے وقت جو اچھے اخلاق سیکھتے ہیں وہ روسی کمیونسٹوں سے اگر باقاعدہ جنگ ہوئی اور انہوں نے اگر غلط اور گرے ہوئے طریقے استعمال کئے تو امریکی بھی وہی کچھ کریں ورنہ آزادی ختم ہو جائے گی۔ 9/11 کے بعد بش انتظامیہ بالخصوص ڈک چینی نے القاعدہ کے خلاف بھی احمقانہ طریقے استعمال کرنے کا عہد کیا۔ لیکن انجام کار انتظامیہ کے وکلاء جو خفیہ جیلوں میں ذلت آمیز سلوک سے واقف ہوئے دستور اور انسانی حقوق کے بارے میں بہت پریشان ہوئے۔ ایک اطلاع کے مطابق رمزفیلڈ کے ڈپٹی سٹیو کیمبون ایک گفتگو میں پینٹاگون کے سینئر وکیل ولیم ہینس سے الجھے کہ سپیشل فورسز کو عام حالات سے ہٹ کر ”آزادی“ ہے۔

اعلیٰ افسروں کی بن لادن کی تلاش میں محرومی اور مایوسی قابل فہم ہے۔ کچھ ایکسپرٹس کا خیال ہے وہ مسلسل حرکت میں رہتا ہے۔ کچھ کا خیال ہے اس نے ریڈیو وغیرہ استعمال کرنا بند کر دیا ہے۔ کچھ کا خیال ہے کہ اس نے اپنا سیکیورٹی سٹاف صرف چند وفادار عربوں تک محدود کر دیا ہے۔ ایک یورپی فوجی افسر نے نیوز ویک کو بتایا کہ اس نے چند آدمیوں کو اپنے بھیس میں بارڈر کے ساتھ پھیلا دیا ہے جو عام لوگوں سے گفتگو نہیں کرتے۔ اس طرح تلبیس معلومات کا عمل استعمال ہو رہا ہے۔ ہمیں پتہ چلتا ہے کہ وہ قریب ہی ہے۔ جب ہم وہاں حملہ کرتے ہیں تو غلط اطلاع کی وجہ سے ہمارے ہاتھ کچھ نہیں آتا۔

اس میں کوئی حیرانی نہیں کہ انٹیلی جنس ہر اس شخص تک پہنچتی ہے جو بن لادن کے متعلق معمولی اشارہ بھی دے سکے۔ نومبر 2001ء میں نبراسکا یونیورسٹی کا ایک جغرافیہ دان ایک دفعہ انٹیلی جنس افسروں سے اس چٹان کے بارے میں جو بن لادن کی ویڈیو میں اس کے پیچھے موجود تھی، خطاب کر رہا تھا۔ اس کے خیال کے مطابق بن لادن مغربی افغانستان کے سپین غار پہاڑوں میں تھا۔ ویڈیو میں ایک پرندہ چہچہا رہا تھا۔ انٹیلی جنس نے جرمنی سے ماہر جیالوجسٹ کو بلایا کہ ایشیا کے کس خطہ میں یہ پرندہ موجود ہو سکتا ہے۔ بن لادن کے متعلق مشہور ہے کہ اسے گردہ کی تکلیف ہے۔ تو اس علاقہ میں گردہ کے ماہر ڈاکٹروں کی تفصیل معلوم کی گئی۔ 27 دسمبر 2001ء کی ویڈیو جس میں بن لادن اپنے بائیں ہاتھ کو حرکت نہیں دے رہا تھا، کے ذریعے ڈاکٹروں سے اس کی بیماری کا پتہ چلانے کی کوشش کی گئی۔ شیور کے مطابق وہ تنکا تنکا اکٹھا کر رہے تھے۔

CIA کے تجزیہ نگار اب بن لادن کو ”بھتنا“ کہنے لگے ہیں کیونکہ وہ ابھی یہاں، ابھی وہاں اور حقیقتاً کہیں بھی نہیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے وہ مر چکا ہو۔ یہ بھی ہو سکتا ہے وہ کسی جان لیوا بیماری میں مبتلا ہو، کیونکہ گردوں کی بیماری کا اکثر ذکر ہوتا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس بیماری کا علاج اس نے دریافت کر لیا ہے۔ مگر ٹاؤن سینڈ، صدر کا سیکریٹری کہتا ہے کہ وہ ابھی مرا نہیں کیونکہ تمام خفیہ رپورٹیں اسی کی نظر سے گزرتی ہیں۔ اور یہ ناممکن ہے کہ وہ مر جائے اور اس کی رپورٹ اس کے پاس نہ آئے۔ اگر وہ زندہ ہے تو اس کا مطلب ہے ابھی بہت سے امریکیوں کی موت ہوگی۔ ”شیخ کا حکم یہ ہے کہ مغرب کے محلوں پر حملے کئے جائیں۔“ شیور کے مطابق بن لادن نے سعودی علماء سے فتویٰ حاصل کر لیا ہے کہ وہ ایٹمی یا کیمیائی ہتھیاروں سے کم از کم ایک کروڑ امریکیوں کو ہلاک کر دے گا۔ نیوز ویک نے بن لادن کے 6 سال تک باڈی گارڈ رہنے والے ناصر البحری سے انٹرویو لیا جو اب بھی شیخ کا دلدادہ ہے۔ اس نے بتایا! شیخ کا ٹارگٹ امریکہ ہے۔ کیونکہ وہ بچپن سے امریکہ سے نفرت کرتا ہے۔ وہ پیپسی تک نہیں پیتا۔

بن لادن کا نائب ظواہری جو اعلیٰ تعلیم یافتہ مصری ڈاکٹر ہے، اس سے بھی زیادہ امریکہ کا دشمن ہے۔ یہ ظواہری ہی تھا جس نے بن لادن کو نزدیکی دشمن (سعودی عرب) کی بجائے دور کے دشمن (امریکہ) کی طرف راغب کیا۔ ظواہری مغرب کے لئے بن لادن سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ بن لادن اب آپریشنل کنٹرول کی پوزیشن میں نہیں۔ اس لئے اس کی گرفتاری محض برائے نام ہوگی جس کا چنداں فائدہ نہیں ہو گا۔ لیکن ظواہری جو اس وقت زیادہ خطرناک ہے، اس نے 30 سے زیادہ پیغامات دیئے ہیں۔ ریٹا کاٹز جس نے مجاہدین کی ویب سائٹ کی جاسوسی کے لئے سائٹ (SITE) انسٹیٹیوٹ بنایا ہے نے بتایا کہ جس وقت پاکستانی فوج نے ”لال مسجد“ کو گھیرے میں لے لیا تھا تو ظواہری ہر آن آرڈر جاری کر رہا تھا۔ جس کا مطلب ہے کہ اس وقت وہ کہیں نزدیک ہی تھا، ورنہ اسے ”لال مسجد“ کے متعلق سب معلومات وقفے وقفے سے کس طرح مل سکتی تھیں۔ 2005ء میں اس کی ویڈیوز جن کے پس منظر میں سیاہ پردے ہوا میں لہرا رہے ہیں اب بھی دیکھی جا سکتی ہیں اور آج اس سے بہتر آلات، مصنوعی بیک گراؤنڈ اور بہتر قسم کی ویڈیوز ہیں۔ جارج ٹاؤن یونیورسٹی کے بروس ہوفمین نے بتایا کہ ”القاعدہ بے شک ساتویں صدی کے خیالات رکھنے والے ہیں مگر ان کے پاس اکیسویں صدی کے مواصلاتی نظام ہیں۔ اب القاعدہ نہایت ماڈرن ہیں اور ان کی ویڈیوز جذبات میں آگ لگانے والی ہیں۔“

اسی دوران جبکہ بن لادن کی تلاش جاری ہے امریکی فوجی حال ہی میں تورا بورا کے علاقوں میں پہنچ گئے۔ اس موسم گرما میں قریباً 5 سو مجاہدین، طالبان اور القاعدہ جن کی تعداد بڑھ رہی ہے جو پہچانے نہیں جاتے، اس علاقہ میں گھس آئے ہیں۔ امریکی سپیشل فورس کے 3 فوجیوں کی ہلاکت کے بعد جو اگست میں ایک سڑک کے کنارے ہلاک ہوئے، امریکہ نے دوبارہ بن لادن کے پرانے ٹھکانوں کو ہنگالنا شروع کر دیا ہے۔ جس میں ہوائی حملے بھی شامل ہیں۔ پچھلے ہفتے نیوز ویک کا ایک مبصر ایک رہنما کی مدد سے پہاڑوں پر اس جنگ کا نظارہ دیکھنے گیا۔ راستہ میں انہوں نے امریکی فوجیوں اور افغان قومی فوج کی گاڑیوں کو دیکھا۔ وہ چند عرب ہلاک شدگان کی قبروں کے پاس سے بھی گزرے۔ انہوں نے وہاں زنگ آلود استعمال شدہ گولیوں کے خول بھی دیکھے۔ انہوں نے لوکل رہائشیوں کو خبردار کیا کہ امریکن فوجی دہشت گردوں کو پناہ دینے والے شہریوں کو بھی تلاش کر رہے ہیں۔ انہوں نے وہاں تصویریں دیکھیں جن میں ایک شخص پر نشان لگا کر اُسامہ لکھا ہوا تھا۔

نیوز ویک کے رپورٹر اور اس کے گائیڈ کو راستہ میں جلے ہوئے روسی ٹینک جن پر عربی تحریریں مجاہدین کے نشانات نظر آ رہے تھے۔ آخر میں وہ بن لادن کی پرانی غار کے قریب پہنچ گئے۔ جو ملاوہ وادی کے نام سے مشہور تھی۔ وہاں اُسامہ کا غسل کا تالاب بھی تھا جو اب خشک ہو چکا تھا۔ لیکن بڑا حیرت انگیز نظارہ پیش کر رہا تھا۔ وہاں اب بھی شیخ اور اس کے محافظوں کے دکھائی دینے کی افواہیں تھیں، لیکن وہ صرف افواہیں ہی تھیں۔

**طالبان جہاں بھی جاتے ہیں لوگوں کو بتاتے ہیں کہ امریکیوں کے پاس گھڑیاں ہیں لیکن وقت ہمارے پاس ہے۔ ہم اگر کسی وجہ سے یہ علاقہ چھوڑ بھی جائیں تو دوبارہ یہاں آئیں گے**

## ترکی میں

# آزادیٔ نسواں کی تحریک

سید قاسم محمود

اسی دور میں ضیاء گوک الپ جیسے ادیب اور دانشور بھی منصۂ شہود پر آئے، جنہوں نے ترک قومیت کا راگ الاپا اور ترک معاشرے کو سیکولر قومیت کی بنیاد پر اُستوار کرنے کی تحریک کی۔ (ضیاء گوک الپ اور اس کے ہم عصر دانشوروں کے حالات و نظریات پر آئندہ قسطوں میں مناسب موقع پر ذکر آئے گا)۔ اُس کے خیالات نے بلاشبہ 25 اکتوبر 1917ء کے عائلی قانون پر اپنے اثرات مرتب کیے۔ ضیاء سیکولرازم اور لادینی جمہوریت کا علم بردار ہونے کی وجہ سے حقوقِ نسواں بلکہ مکمل آزادیٔ نسواں کا بھی وکیل تھا۔ اُس نے نکاح، طلاق اور وراثت وغیرہ کے معاملات میں، جن کا مذہب سے گہرا تعلق ہے، خواتین کے لیے مساوی حقوق کا نعرہ لگایا، جس سے ترکی میں مغرب نواز نسوانی تحریکوں کو مزید تقویت ملی۔

ضیاء گوک الپ ترک قومیت اور اسلام کے درمیان تصادم کو ناگزیر نہیں سمجھتا تھا۔ وہ مغربی تہذیب کو اختیار کرنے کی وجہ یہ بیان کرتا ہے کہ موجودہ مغربی تہذیب دراصل اس قدیم تہذیب کے تسلسل کی ایک شکل ہے جس کی نشوونما اور تحفظ میں ترکوں کا خاصا حصہ رہا ہے، اور یہ کہ معاشرے مذہب و ثقافت کے اختلاف کے باوجود ایک مشترک تہذیب اختیار کر سکتے ہیں۔ جاپانی اور یہودی، مذہب اور ثقافت میں اختلاف کے باوجود مغربی تہذیب اختیار کیے ہوئے ہیں۔ اس ضمن میں اس نے روس کی مثال بھی دی، جس نے قدامت پسند کٹر مسیحی کلیسا کی پیروی اور مشرقی تہذیب سے تعلق رکھنے کے باوجود ترقی یافتہ جدید مغربی تہذیب کو اختیار کیا اور مغرب کی آزاد اور طاقتور قوموں کی صف میں کھڑا ہو گیا۔ وہ کھل کر مغربی تہذیب کی وکالت کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"ہمیں دو میں سے ایک راستہ اختیار کرنا پڑے گا، یا تو ہم مغربی تہذیب کو قبول کریں یا مغربی طاقتوں کا غلام رہنا پسند کریں۔ ہمیں ایک طرف کا ہو کر رہنا پڑے گا۔ ہمارے لیے لازم ہے کہ ہم اپنی حرمت اور آزادی کی حفاظت کے لیے مغربی تہذیب پر اپنا اقتدار قائم کریں۔"

ضیاء گوک الپ کے نزدیک جدید ترکی قوم کی تشکیل مشرقی تہذیب کے دائرے سے مغربی تہذیب کے حلقۂ اثر میں منتقل ہو کر عمل میں آئی ہے۔ اس تبدیلی میں اسلام کے وہ عناصر جو ترکی ثقافت کے جزو لاینفک بن چکے ہیں، ایک زندہ روحانی طاقت کی حیثیت سے باقی رہیں گے۔ ترک قوم صرف اسی حد تک مغربی رنگ اختیار کرے گی، جہاں تک کہ وہ جدیدیت کو اپنے مذہب اور تمدن سے ہم آہنگ کرنے میں کامیاب ہو سکے گی۔

خلافتِ عثمانیہ کے زوال کے بعد مغرب پسند نسوانی تحریکوں کو تیزی سے فروغ ملا۔ 19 مارچ 1918ء کو وزیر معارف علی کمال نے استنبول میں فیکلٹی آف فلاسفی میں خواتین کے لیے نئے نصاب کا افتتاح کیا۔ 1921ء میں طالبات کے لیے جداگانہ کلاس روم مخصوص کیے گئے جہاں لیکچر کے دوران وہ اپنے نقاب ہٹا سکتی تھیں۔ 1922ء میں ترکی کی پہلی خاتون ڈاکٹر صفیہ علی نے استنبول میں اپنا پرائیویٹ کلینک قائم کیا۔

> سوئٹزر لینڈ سے اُس کا ضابطۂ دیوانی مستعار لینے کے بعد انجمن اتحاد و ترقی نے ترکی کا عائلی اور خاندانی نظام اُس کی بنیادوں تک منہدم کر دیا۔ طلاق، نکاح اور وراثت کے معاملات میں علانیہ شریعت کی خلاف ورزی کی گئی

اِن حالات و واقعات کے ساتھ ترکی کی تاریخ میں یہ سانحہ بھی رونما ہوا کہ 15 مئی 1919ء کو مغربی طاقتوں کی شہ پر ازمیر میں یونانی فوجی گھس آئے۔ برطانوی سپاہیوں نے استنبول پر قبضہ کر لیا اور جنوبی اناطولیہ میں فرانسیسی اور اطالوی فوجی دستوں نے فوجی کارروائی شروع کر دی۔ اس کے خلاف پوری ترک قوم اُٹھ کھڑی ہوئی۔ نوجوانوں اور طلبہ نے عوام کے ساتھ مل کر زبردست احتجاجی مظاہرے کیے اور تشدد اور قتل و خون کا بازار گرم ہو گیا۔

خواتین کے اندر بھی غیظ و غضب اور بیرونی حملہ آوروں کے خلاف دفاعی جذبات کا پیدا ہونا فطری امر تھا۔ احتجاجی جلسوں، عوامی مظاہروں اور جلوسوں میں نہ صرف یہ کہ خواتین نے شرکت کی، اور خالدہ ادیب خانم، نقیبہ ہلکون اور منور صبیح وغیرہ نے جلسوں جلوسوں سے خطاب بھی کیا، بلکہ بہت سی جری اور بہادر خواتین نے اناطولیہ میں مصطفیٰ کمال پاشا کی تشکیل کردہ فوج میں باضابطہ شمولیت بھی اختیار کی تا کہ آزادی کی جنگ میں شرکت کر سکیں۔

ترکی کی جنگ آزادی میں نہ صرف یہ کہ خواتین نے خود شرکت کی، بلکہ اُس دور کی سیاست پر بھی وہ اثر انداز ہوئیں۔ 9 ستمبر 1919ء کو اناطولیہ کی خواتین نے "تنظیم خواتین برائے دفاع" کی تشکیل و تاسیس کا اعلان کیا۔ پھر اس کی ایک شاخ سیواس میں قائم ہوئی۔ پھر اس کی شاخیں دوسرے شہروں میں قائم ہو گئیں۔ 1920ء میں صرف قصبہ نیگڈ شاخ کی اراکین کی تعداد ایک ہزار 90 تھی، جن کی اکثریت شہری ملازمین، اساتذہ اور مقامی تاجروں کی بیٹیوں اور بیویوں پر مشتمل تھی۔ اِن تنظیموں کا مقصد مغربی ممالک کے عوام پر ملکی دفاع و تحفظ کے لیے وحدت و سالمیت اور مسلسل جدوجہد کے عزم کا اظہار کرنا تھا۔

خلافتِ عثمانیہ کے اِن آخری ایام میں آزادیٔ نسواں کی تحریکوں کو فروغ کا زیادہ موقع ملا۔ ترک نوجوانوں نے سلطنتِ عثمانیہ اور اُس کی ہر یادگار کے خلاف داخلی اور خارجی محاذوں پر جنگ لڑی اور خواتین کو گھروں سے نکال کر کارگہِ حیات میں کھڑا کرنے پر ساری توجہ اور سارے وسائل صرف کر دیے، مگر انہیں اِس میدان میں زیادہ کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔ مغرب کو بھی شکایت رہی، بلکہ اب تک ہے کہ ترک خواتین رجعت پسند ہیں اور مذہب کا قلادہ اپنی گردنوں سے نکالنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔

برطانیہ کے ایک اخبار میں ایک دانشور کا مضمون چھپا، اُس کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

"حقوقِ نسواں کی جدوجہد، ترک خواتین کے رویوں کو تبدیل کرنے میں خاطر خواہ کامیابی حاصل نہ کر سکی۔ مثال کے طور پر خواتین کے ایک جریدے "محاسن" میں تحریکِ نسواں پر ایک مقالے میں مصنف نے عجیب و غریب انداز میں بحث چھیڑی کہ خواتین، جو ڈارون کے نظریۂ ارتقا کو سمجھنے اور اُس کا تجزیہ کرنے کی اہلیت رکھتی تھیں، اُن کے خلاف تحریک چلائی گئی۔ اسی طرح 1911ء میں عثمانی پارلیمنٹ کے ایک اجلاس میں ایک رُکن نے کہا کہ مرد اور عورتوں پر بدکاری کی غیر مساوی

سزا کی وجہ یہ ہے کہ قانون سازوں کے ذہن پر یہ نظریہ پوری طرح حاوی ہے کہ مرد عورتوں پر بالادست ہیں۔

اسی طرح 1921ء کے پارلیمنٹ کے ایک اجلاس میں، جبکہ آتشک کی بیماری پر قابو پانے کے لیے ایک ملک گیر مہم کے منصوبے پر دھواں دھار بحث جاری تھی اور پارلیمنٹ کے ارکان لفظوں کی جنگ میں مصروف تھے، ایک تجویز یہ بھی سامنے آئی کہ غیر شادی شدہ خواتین کا بھی طبی معائنہ ہونا چاہیے۔ 1921ء ہی میں وزیر تعلیم حمد اللہ صوفی کو مستعفی ہونا پڑا، کیونکہ اُس نے مردوں اور عورتوں کے ایک مخلوط اجلاس میں تقریر کی تھی۔ یہ بھی ترکوں کی رجعت پسندی کا ایک ثبوت ہے۔ اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہوگا کہ کمال ازم کے ایک ممتاز مبلغ نے خود بھی برسر اجلاس اعتراف کیا ہے کہ ”ترک خواتین کو صرف نام کی آزادی دی گئی ہے، ورنہ وہ اپنی ذہنی، علمی اور فکری صلاحیتوں کے اعتبار سے آج بھی غلام ہیں۔“

## ترک جمہوریہ اور خواتین

مصطفیٰ کمال پاشا اور انجمن اتحاد وترقی سے تعلق رکھنے والے اُس کے ہم نواؤں نے 1924ء میں خلافت عثمانیہ کا خاتمہ کر دیا۔ شیخ الاسلام کا عہدہ اور وزارت مذہبی اُمور کو منسوخ کر دیا۔ دینی تعلیمی پر خطِ تنسیخ پھیر کر اور پورے ملک میں سیکولر تعلیمی وحدت کی تنفیذ، شرعی عدالتوں کی موقوفی، مساجد ومقابر اور زاویوں پر پابندی کا اعلان کر کے مذہب کے خلاف جدوجہد میں کامیابی حاصل کر لی۔ 1926ء میں اسلام کے عائلی قوانین کی جگہ سوئٹزر لینڈ کے ضابطۂ دیوانی کے نفاذ کے احکامات جاری کیے اور 1925ء میں خواتین اسلام کے خلاف یہ سرکاری بیان دے کر طبلِ جنگ بجادیا:

”خواتین کو کھلی آنکھوں سے دنیا دیکھنے دو اور دنیا کو اُن کے چہرے دیکھنے کا موقع دو“

خواتینِ اسلام اور اُن کے مثبت، بااخلاق اور تعمیری کردار کے خلاف یہ جدوجہد صرف ترکی ہی میں جاری نہ تھی، بلکہ مغرب کے دانشوروں اور اخبارات نے اُس زمانے میں پورے وسط ایشیا میں، روس کی مسلمان خواتین کو، مشرق وسطیٰ اور ہندوستان میں اسلامی شعائر سے متنفر کرنے میں زبردست کردار ادا کیا اور ترغیب وتحریص کے تمام وسائل اختیار کیے گئے۔ پردے اور شریعت کے خلاف یہ جنگ زیادہ شدت اور تشدد کے ساتھ ترکی ہی نہیں، بلکہ دوسرے مسلم ملکوں میں بھی تیزی سے پھیل رہی تھی۔

سوئٹزر لینڈ سے اُس کا ضابطۂ دیوانی مستعار لینے کے بعد انجمن اتحاد وترقی نے ترکی کا عائلی اور خاندانی نظام اُس کی بنیادوں تک منہدم کر دیا۔ طلاق، نکاح اور وراثت کے معاملات میں علانیہ شریعت کی خلاف ورزی کی گئی اور عورت کو تمام امور میں مساوی حقوق کا مستحق ٹھہرایا گیا۔ اس کے باوجود عورت کو ووٹ دینے کا حق نہ تھا، اگر تھا تو صرف محدود عورتوں کو، یہ حق 1934ء میں دیا گیا۔

زمانۂ حال میں، 1980ء کے بعد سے ترکی سیاست اور معاشرت میں حیرت انگیز تبدیلی آئی ہے۔ اسلام پسندوں کا دباؤ ترکی معاشرے پر بڑھا ہے اور تعلیم و ثقافت، خدمتِ خلق اور پارلیمانی سیاست کے میدانوں میں اسلام فعال اور متحرک ہُوا ہے۔ اگرچہ مغرب نواز اور سیکولر عناصر کی سرگرمیاں بھی جاری ہیں اور مغربی تحریکوں کے عوامی سطح پر مطالبات اور حقوق کے جلسے اور مذاکرے ہوئے ہیں۔ چنانچہ 8 دسمبر 1975ء کو 27 خواتین تنظیموں کی ایک مشترکہ کانگرس انقرہ میں منعقد ہوئی، جس میں مندرجہ ذیل مطالبات ایک قرارداد کی صورت میں پیش کیے گئے:

1۔ خاندان کے سربراہ کو شوہر کی ذات میں محصور نہ کیا جائے۔
2۔ بیوی کو شوہر کے خاندانی نام کا لاحقہ لگانے پر مجبور نہ کیا جائے۔
3۔ بیوی کو کسی ملازمت سے یا کوئی پیشہ اختیار کرنے سے منع کرنے کا حق شوہر سے چھین لیا جائے۔
4۔ جہیز کے مکمل خاتمے کے لیے تمام قانونی، انتظامی اور تعلیمی ذرائع اختیار کیے جائیں۔
5۔ شادی کی عدالت میں رجسٹریشن کرانے کے بعد اُس پر کسی مذہبی تقریب (ولیمہ وغیرہ) کی ممانعت کی جائے۔
6۔ مسلح افواج میں خواتین کی شرکت کی اجازت دی جائے۔

کاروباری اور ملازمت پیشہ افراد کے لیے
بنیادی دینی علوم سے آگاہی کا موقع
مرکزی انجمن خدام القرآن کے شعبۂ تدریس کے زیر اہتمام
تفہیمِ دین کورس
موڈیول II
28 جنوری 2008ء سے آغاز ہو رہا ہے (ان شاءاللہ)
مضامین: ☆ ترجمۃ القرآن مجید (عربی قواعد کی روشنی میں) ☆ تجوید القرآن
☆ ایڈوانس عربی گرامر ☆ دینی موضوعات پر لیکچرز
☆ دورانیہ: 3 ماہ
☆ اوقات تدریس: مغرب تا عشاء، (پیر تا جمعہ کلاسز ہوں گی)
اہلیت
موڈیول I ...... یا...... عربی گرامر کا کوئی ابتدائی کورس
داخلے کے خواہش مند حضرات
قرآن اکیڈمی 36۔کے ماڈل ٹاؤن لاہور
کے استقبالیہ سے داخلہ فارم حاصل کر کے وہیں جمع کرادیں
فون: 3-5869501 ای میل: lrts@tanzeem.org

بڑھتی ہوئی عسکریت پسندی اور شورش

# مسئلہ کا حل فوجی کارروائی نہیں، نفاذ اسلام ہے

## صدر پرویز مشرف قوم اور اسلام کے خلاف اقدامات کر رہے ہیں

مفتی حبیب اللہ حقانی دار العلوم اسلامیہ لکی مروت میں مفتی اور استاد الحدیث کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہے ہیں۔ وہ جے یو آئی (س) ضلع لکی مروت کے امیر بھی ہیں۔ اُن کے والد مولانا مفتی حمید اللہ جان جامعہ اشرفیہ لاہور کے صدر مفتی ہیں۔ اُن کا خاندان گزشتہ ڈیڑھ سو سال سے علاقے میں دینی تعلیمات کے فروغ میں مصروف ہے۔ صوبہ سرحد کے جنوبی اضلاع کے ساتھ قبائلی علاقہ جات میں کشیدہ صورتحال کے تناظر میں اُن کا ایک انٹرویو روزنامہ جنگ کی اشاعت 18 جنوری میں شائع ہوا، تاکہ اِس حساس علاقے میں ہونے والے واقعات کے اسباب ومحرکات کا جائزہ لیا جاسکے۔ یہ انٹرویو خصوصی اہمیت کا حامل ہے، بنابریں کالم آف دی ویک کی جگہ شائع کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

**جنگ:** قبائلی علاقوں میں مسلسل بم دھماکوں اور خودکش حملوں کے اسباب اور محرکات آپ کے نزدیک کیا ہیں؟

**مفتی حبیب حقانی:** میرے خیال میں قبائلی علاقوں کی موجودہ صورت حال کا سبب افغانستان کے حوالے سے حکومت کی پالیسیاں ہیں، ان میں طالبان حکومت کا خاتمہ اور ان غیر ملکی مجاہدین کے خلاف پالیسیاں ہیں جن کے مجاہدانہ کردار کی وجہ سے روس کو شکست فاش ہوئی۔ واضح رہے کہ روس کے خلاف ان مجاہدین کے جذبۂ جہاد سے فائدہ اٹھانے کے لئے خود حکومت انہیں یہاں لائی تھی۔ جب طالبان کی حکومت ختم ہوئی تو ان لوگوں نے خاموشی سے جنوبی اور شمالی وزیرستان ایجنسیوں میں امن و پناہ حاصل کر لی۔ تین سال تک یہ لوگ آرام اور خاموشی سے بیٹھے رہے۔ لیکن چونکہ امریکا اور ان کے اتحادیوں کو اسلام اور مسلمانوں سے چڑ ہے اور وہ دنیا کے کسی بھی گوشے میں مسلمانوں کو چین اور سکون وعزت سے زندگی گزارنے کے حق سے انہیں محروم کرتے آ رہے ہیں، دوسرے حکومت خصوصاً صدر جنرل پرویز مشرف جو ہمیشہ امریکی خوشنودی کے حصول اور اقتدار کے لالچ میں مگن رہتے ہیں انہوں نے ان کے ساتھ ناجائز چھیڑ چھاڑ کر کے یہ حالات پیدا کئے ہیں۔

**جنگ:** کیا کوئی منظم گروپ یا تحریک اس کی قیادت کر رہے ہیں؟

**مفتی حبیب حقانی:** میرے خیال میں اس کے پیچھے کوئی منظم تحریک یا گروپ ہے اور نہ ہی کوئی لیڈر اس کی قیادت کر رہا ہے بلکہ یہ حکومتی کارروائیوں کا ایک ردعمل ہے۔ چھوٹے گروپ ہیں جو زیادہ تر مقامی لوگوں پر مشتمل ہیں اور چونکہ حکومت نے قبائل کی وہ آزادی سلب کی ہے جو انگریز کے زمانے سے چلی آ رہی تھی اور جن کی توثیق خود قائداعظم نے بھی کی تھی اس لئے مقامی لوگ مزاحمت کر رہے ہیں۔ حکومتی ایجنسیاں مقامی قبائل کی آزادی سلب کرنے کے لئے مختلف قسم کے ہتھکنڈے استعمال کر رہی ہیں۔ کبھی علماء، کبھی مدارس، کبھی مساجد اور کبھی عوام کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کی جاتی رہی ہے۔ چنانچہ ان حالات کی وجہ سے جو لوگ تنگ آ جاتے ہیں وہ ان گروپوں کی حمایت شروع کر دیتے ہیں کہ ''عدو شر برنگ زد کہ دراں خیر ما باشد'' (ترجمہ) میرا دشمن میرے لئے برائی پیدا کرتا ہے مگر اللہ اس برائی میں میرے لئے خیر پیدا کرتا ہے'' اور پھر ان لوگوں کو مجاہدین کی صورت میں ایک اچھی قیادت مل جاتی ہے۔ جہاں جہاں بھی ان لوگوں کی رٹ قائم ہوتی ہے وہاں مثالی امن وامان ہوتا ہے۔

**جنگ:** اس شورش کے اسباب مذہبی ہیں، سیاسی ہیں، لسانی یا علاقائی؟

**مفتی حبیب حقانی:** میرے خیال میں اس کے اسباب مذہبی ہیں، کیونکہ موجودہ حکومت کی پالیسیاں سراسر مذہب مخالف اور اسلام دشمنی پر مبنی ہیں اور پوری قوم کو اس بات کی اب سمجھ چکی ہے کہ جنرل پرویز مشرف قوم، اسلام اور مسلم دشمن اقدامات کر رہے ہیں۔

**جنگ:** فوج، پولیس اور سرکاری ادارے ہی ان کا نشانہ کیوں ہیں؟

**مفتی حبیب حقانی:** چونکہ ان لوگوں کا مقابلہ ایک نظام سے ہے اور نظام چونکہ یہی ادارے چلاتے ہیں، اب خواہ پالیسی جس کی بھی ہو مگر جو آدمی آپ کے خلاف بندوق لے کر آپ کو مارنے کے لئے آ جائے تو آپ جواباً اس کے خلاف کارروائی کریں گے۔ مطلب یہ کہ کسی اجرتی قاتل کو کوئی اس لئے نہیں چھوڑ سکتا کہ کسی اور نے اسے اجرت دے کر اس کے خلاف بھیجا ہے۔ اسی طرح مجاہدین کی بھی یہی مجبوری ہے کہ ان کے مقابلے میں فوج، پولیس اور یہ ادارے کھڑے ہوتے ہیں، ورنہ اس سے قبل اس ملک کی فوج اور عوام میں والہانہ محبت تھی، مثالی تعلق تھا، قوم کو فوج پر فخر تھا مگر آج حالات اس نہج اور اس ڈگر پر پہنچ گئے کہ فوج اور عوام میں فاصلے بڑھ گئے اور لوگوں کی نگاہ میں فوج کی وہ عزت واحترام نہیں رہی جو کبھی ہوا کرتی تھی۔

**جنگ:** ان نوجوانوں کے جو بھی مقاصد ہوں، کیا آپ کے خیال میں ان کے حصول کا یہ صحیح راستہ ہے؟

**مفتی حبیب حقانی:** دراصل دنیا میں عموماً جو نظام چل رہے ہیں یا جو نظام مشہور ہیں ان میں ایک سوشلزم یا کمیونزم کے نام سے ہے، جبکہ دوسرا نظام جمہوریت کے نام پر چل رہا ہے اور تیسرا اسلام ہے، اگر غور کیا جائے تو سوشلزم کے بھی کچھ بنیادی نکات ہیں، قطع نظر اس کے کہ یہ نظام غلط ہے یا صحیح مگر کچھ بنیادی باتیں ہیں جن پر یہ نظام قائم ہے۔ اس میں زیادہ زور معاشیات پر ہے۔ تاہم اس میں ضمیر کی آزادی نہیں ہے۔ جمہوریت جو ہمارے ہاں رائج ہے جس کو عام طور پر ''عوام کی حکومت، عوام کے لئے، عوام کے ذریعے'' کہا جاتا ہے، مگر درحقیقت یہ کیپٹلزم ہے۔ عوام کو دھوکہ دینے کے لئے اس سرمایہ دارانہ نظام کو جمہوریت کا نام دیا گیا ہے۔ اس میں صرف سرمایہ دار ہی آگے آ سکتا ہے۔ اسی کا کلی کردار ہوتا ہے۔ اس نظام میں قانون کا احترام نہیں۔ یوں اگر دونوں کا موازنہ کیا جائے تو سوشلزم میں قانون کا احترام ہے، ضمیر کی آزادی نہیں اور جمہوریت میں قانون کا احترام نہیں جبکہ ان کے مقابلے میں اسلام میں دونوں باتیں اپنی جگہ مضبوط ہیں۔ اسلام میں قانون کا احترام بھی ہے۔ اور ضمیر کی آزادی بھی ہے اور چونکہ یہ ملک اس مقصد کے لئے حاصل کیا گیا تھا کہ یہاں خدا کی زمین پر خدا کے بندوں پر خدا کا نظام ہو۔ پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الہ الا اللہ۔ اب اگر اس مقصد کے لئے لوگ جدوجہد کرتے ہیں، یہ حق حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ان کے خلاف

کیوں اتنی بڑی لڑائی لڑی جاتی ہے۔ جمہوریت کے حوالے سے ہم نے اسمبلی کو بھی دیکھ لیا۔ وہاں کیا کچھ ہورہا ہے، اس پر انسان کا سر شرم سے جھک جاتا ہے۔ 5 سال تک قومی زعماء ڈیسک اور تالیاں بجاتے رہے اور پوری قوم تماشا دیکھتی رہی۔ اس حوالے سے اس نظام کی تبدیلی کے لئے اس پارلیمنٹ سے توقع رکھنا، میرے خیال میں فضول اور عبث سی بات ہے۔ اصل میں آج کل یہ جو عام تاثر ہے کہ یہ لوگ تشدد سے کام لے رہے ہیں، شدت پسند اور انتہا پسند ہیں، بات سمجھنے والے لوگ نہیں۔ یہ تاثر صحیح نہیں ہے، جو مطالبات اور مقاصد پر امن طریقے سے پورے ہوسکتے ہیں ان کے حصول کے لئے نہ تو مجاہدین، نہ ہی دینی مدارس اور نہ ہی علماء کرام نے ایسا کوئی اقدام کیا ہے اور نہ ہی کرنے کا کوئی ارادہ رکھتے ہیں۔ لیکن اگر امریکہ افغانستان اور عراق میں آکر تمام اخلاقی ضابطوں کو پامال کرتے ہوئے قتل عام کرے اور پھر اسے اپنے لئے جائز سمجھے اور اس کے حواری اور حامی بھی اسے جائز سمجھیں۔ اب سوچیں کہ اگر اس نظام (سرمادار یت) کے لئے امریکہ اور اس کے حواری ریاستی جبر کو جائز سمجھتے ہیں اور اس کے لئے ممالک کی تباہی و بربادی کی گنجائش ہے تو پھر اسلام تو ایک مکمل ضابطۂ حیات اور نظام ہے، مسلمان اگر اس نظام عدل کے لئے قوت کا مظاہرہ کریں اور بزور بازو اپنا حق حاصل کرنے کی کوشش کریں تو اسے کیوں دہشت گردی اور انتہا پسندی کہا جاتا ہے؟

**جنگ:** ان نوجوانوں کو مطمئن کرکے اور اس راستے سے ہٹانے کے لئے آپ کے خیال میں کیا تدابیر اختیار کی جانی چاہئیں؟

**مفتی حبیب حقانی:** ان لوگوں کو مطمئن کرنے کے لئے اسلامی نظام کا نفاذ ہونا چاہیے اور ان لوگوں کو راستے سے ہٹانا چاہیے جو اسلامی نظام کے نفاذ میں رکاوٹ ہیں۔ یہ لوگ صحیح سمت اور صحیح راستے پر جارہے ہیں، انہیں اسلامی نظام پر مطمئن کیا جاسکتا ہے۔ ان کے خلاف کارروائیاں کرنے کی بجائے پوری قوم کو یرغمال بنانے والے فرد کو ہٹانے کے لئے سوچ بچار کی جائے۔

**جنگ:** حکومت اگر مذاکرات کرے تو کن شخصیتوں سے اور کن خطوط پر کرے؟

**مفتی حبیب حقانی:** میرے خیال میں نہ تو حکومت اس کا حل چاہتی ہے اور نہ ہی یہ اس کی پالیسی ہے ورنہ حکومت جس وقت اس مسئلے کو حل کرنا چاہے تو مسئلہ خود بخود حل ہو جائے گا، کسی شخصیت کے پاس جانے کی ضرورت نہیں۔ حل حکومت کے ہاتھ میں ہے اگر وہ چاہے، مگر جنرل پرویز مشرف کے مفادات اس میں ہیں کہ قوم حالت جنگ میں رہے۔ مسلمان پریشان ہوں باہم الجھے رہے تو یہ امریکی خوشنودی ہے۔ اس صورتحال میں اگر ایک فوجی مارا جاتا ہے تو پاکستانی ہے اور ایک مسلمان گھرانے اور خاندان کا فرد ہے اور اگر طالب یا مجاہد مارا جاتا ہے تو وہ بھی مسلمان اور پاکستانی ہے اور مسلمان گھرانے کا فرد ہے۔ امریکہ کو اس بات پر خوشی ہے کہ پاکستانی فوجی مرے یا عام آدمی، دونوں مسلمان ہیں۔ مسلمان مرتے ہیں اور مسلمانوں کے مرنے، پریشان رہنے اور تباہ ہونے میں امریکہ کی خوشی ہے اور جنرل پرویز مشرف کو خوشی بھی اس بات پر ہوتی ہے کہ امریکہ خوش رہے۔ اگر وہ آج اقتدار سے الگ ہوجائیں تو اس مسئلے کا حل بھی ہوجائے گا۔ فوجی کارروائی مسئلے کا عارضی حل ہے جبکہ پائیدار اور مستقل حل اس ملک میں اسلامی نظام کا نفاذ ہے۔

## بقیہ: قومی یکجہتی

بغیر نہیں رہا جاتا کہ انہوں نے ایک تیر سے دو شکار کرنے کی کوشش کی ہے۔ پنجاب میں سندھیوں بالخصوص پیپلز پارٹی سے نفرت اور سندھ میں سندھیوں اور مہاجروں کے درمیان منافرت پیدا کرنا چاہی ہے۔

اگلے دن اشتہار میں ترمیم کی گئی تو فقط اتنا لکھا گیا" حالیہ واقعات سے متاثر خاندان دارری کے لئے ان خون نمبروں پر رابطہ کریں۔" یہ اس لئے کیا گیا کہ اس اشتہار کی اشاعت کے باعث نہیں سخت تنقید کا سامنا کرنا پڑا۔

4 جنوری کے اشتہار میں جو اخباری تراشے شائع کئے گئے ان میں سے ایک اخبار کے راشے میں یہ خبر تھی کہ "سانحہ لیاقت باغ کے بعد افراتفری کے دوران 12 لڑکیاں اغوا، اجتماعی زیادتی کا انکشاف"۔ لیکن ایک رپورٹ کے مطابق بن قاسم کے حکام نے بتایا کہ یہاں ایسا کوئی واقعہ نہیں ہوا۔

" بعد ازاں، اخبارات میں وفاقی وزیر برائے انسانی حقوق کا یہ بیان شائع ہوا کہ "یہ خبر آئی کہ 12 لڑکیوں کی عزتیں لوٹی گئیں لیکن ہمیں ایسی کوئی لڑکی بھی نہیں ملی جس کی عزت لوٹی گئی ہو"۔ مزے کی بات یہ ہے کہ اخبار میں یہ بھی درج نہیں کہ یہ کس اخبار کا تراشہ ہے۔

اس سے بھی زیادہ افسوسناک بات کا انکشاف وفاقی وزیر برائے انسانی حقوق انصار برنی نے اس طرح کیا ہے کہ پنجاب میں سندھ سے آنے والوں کے لئے کیمپ بھی لگائے گئے ہیں۔ انہوں نے اپنے بیان میں کہا کہ "اخبارات میں شائع ہونے والی خبروں سے یہ تاثر رہا تھا کہ سندھ میں کوئی غیر سندھی جا ہی نہیں سکتا بلکہ ایسے حالات بھی نہیں ہیں کہ سندھ سے آنے والے لوگوں کے لئے کیمپ لگائے جائیں۔" آگے انہوں نے بجا کہا ہے کہ " چند ووٹوں اور اقتدار میں آنے کے لئے یہ عمل قابل مذمت ہے اور اس مقصد کے لئے تعصب کی آگ بھڑکانے والے خود اس آگ میں جل جائیں گے۔ بے نظیر بھٹو کی شہادت کے بعد عوام کا ردِ عمل دکھ کا اظہار تھا۔ دکھ میں کوئی کسی کی عزتیں نہیں لوٹتا۔ لوٹ مار کرنے والے دہشت گرد تھے۔ سندھ میں جو گاڑی جلی یا لوٹی گئی وہ یہ سوچ کر نہیں لوٹی گئی کہ یہ سندھی، پنجابی یا کوئی اور زبان بولنے والے کی ہے۔ تکلیف پر تیل ڈالنے کے بجائے پانی ڈالنا چاہیے۔ تعصب کی آگ بھڑکا کر کتنے ووٹ مل جائیں گے اور اقتدار میں آبھی جائیں تو کیا کریں گے۔"

اللہ تعالیٰ ہمارے سیاستدانوں کو حالات کی سنگینی کا ادراک عطا فرمائے اور اس کی توفیق عطا فرمائے کہ وہ قوم میں تعصب کی آگ بھڑکانے سے گریز کریں اور اپنی تمام تر کاوشیں قومی اتحاد و یکجہتی کے لئے وقف کردیں کہ یہی وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔

## بقیہ: اداریہ

جس سے زراعت اور صنعت سے منسلک عوام خوشحال ہوتے ہیں۔ ہمارا عجیب معاملہ ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حکمران ایسے نفسیاتی مرض میں مبتلا ہوگئے ہیں کہ ایذارسانی انہیں لطف دیتی ہے۔ آٹا ملتا نہیں، چولہے میں گیس نہیں، بجلی کے بارے میں کبھی کہا جاتا تھا" اور بجلی چلی گئی" اب کہا جاتا ہے" آہا بجلی آگئی"۔ گندم سولہ کروڑ عوام کی بنیادی ضروریات میں سرفہرست ہے۔ لاکھوں لوگوں کی اِس کی کاشت اور تجارت سے روزی منسلک ہے۔ اِن ہی لوگوں کی شب و روز محنت سے کھیت لہلاتے ہیں، لیکن حکومت کے پاس سٹاک کرنے کے لئے مناسب تعداد میں گودام ہی نہیں ہیں۔ گزشتہ سے پیوستہ سال میں اتنی فصل ہوئی کہ بہت کثیر تعداد میں گندم کھلے آسمان تلے پڑی پڑی تباہ ہوگئی۔ اگر مناسب طور پر سٹاک کی گئی ہوتی تو اِس مرتبہ وہ کمی پوری کردیتی۔ ذرا سوچئے! ہزاروں سال پہلے حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس کون سے وسائل اور ذرائع تھے، لیکن اُنہوں نے فراست اور بہترین حکمت عملی سے انتہائی خوفناک قحط کا مقابلہ کیا اور جن سالوں میں غلہ زائد ہوا تھا، کیسے سائنسی انداز میں اُس کی حفاظت کی۔ فرق نیت کا ہے، فرق لگن اور Commitment کا ہے۔ قحط گندم کا نہیں، کردار کا ہے، انسانی ہمدردی اور احساسِ ذمہ داری کا ہے، قحط دیانت و امانت کا ہے۔

### تنظیم اسلامی فورٹ عباس کے زیر اہتمام ماہانہ شب بیداری

3 جنوری 2008ء کو تنظیم اسلامی فورٹ عباس کے زیر اہتمام ماہانہ شب بیداری کا انعقاد کیا گیا۔ پروگرام کا آغاز بعد نماز مغرب جامع مسجد ڈگی والی میں تلاوت قرآن پاک سے ہوا۔ تلاوت کے بعد مقامی امیر جناب وقار اشرف نے پروگرام کی افادیت پر روشنی ڈالی۔ درس حدیث کے ضمن میں راقم نے ''غصہ پر قابو رکھنا'' کے حوالے سے گفتگو کی۔ عشاء کی نماز کے بعد درس قرآن ہوا۔ امیر حلقہ جناب محمد منیر احمد نے سورۃ الاعراف کی روشنی میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اہمیت واضح کی۔ اصحاب سبت کی مثال سے انہوں نے واضح کیا کہ ہم مسلمانوں سے صرف انفرادی عبادت مطلوب نہیں ہے، انفرادی عبادت کے ساتھ ساتھ دوسروں کو نیکی کی دعوت اور برائی سے روکنا بھی ضروری ہے۔ اس راہ میں آنے والی تکالیف کو ہمیں برداشت کرنا ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ نے اس راہ میں بے پناہ مصائب برداشت کیے تھے۔ امیر حلقہ نے حالات حاضرہ پر بھی گفتگو کی۔ درس قرآن کے بعد کھانا پیش کیا گیا۔ بعد ازاں وقار اشرف بھائی نے ''مسلمانوں پر قرآن کے حقوق'' پر مذاکرہ کروایا اور اس کے بعد چائے پیش کی گئی۔ یہ رات کا آخری پروگرام تھا۔ اگلی صبح رفقاء کو چار بجے اٹھایا گیا۔ تہجد اور تلاوت قرآن کے بعد مسنون دعائیں یاد کروائی گئیں۔ نماز فجر کے بعد درس قرآن ہوا، اور اسی پر پروگرام کا اختتام ہوا۔ دعا ہے کہ اللہ دین کے لیے ہماری اس سعی وجہد کو قبول فرمائے۔ (آمین) (رپورٹ: محمد رضوان عزمی)

### حلقہ بہاولنگر: مروٹ میں شب بیداری پروگرام

4 جنوری 2008ء مروٹ میں شب بیداری پروگرام منعقد ہوا۔ عصر کے بعد 3،3 ساتھیوں پر مشتمل دو ٹیمیں بنائی گئیں، جنہوں نے احباب کو گشت کے ذریعے دعوت دی۔ دعوت کا عمل مغرب سے پہلے تک جاری رہا۔ مغرب کے بعد پروگرام کا باقاعدہ آغاز کیا گیا۔ درس قرآن کی ذمہ داری امیر حلقہ محمد منیر احمد نے نبھائی۔ درس قرآن تقریباً سوا گھنٹہ جاری رہا۔ درس حدیث راقم نے دیا۔ سیرت صحابہؓ کے ضمن میں حضرت سعید بن عامرؓ کے حالات زندگی پر تنویر بھائی نے گفتگو کی۔ کھانے کے بعد دوبارہ پروگرام کا آغاز ہوا۔ ''خشوع'' کے حوالے سے گفتگو راقم نے کی۔ یہ رات کا آخری پروگرام تھا۔ اگلے دن صبح چار بجے ساتھیوں کو بیدار کیا گیا۔ تہجد اور تلاوت قرآن کے بعد مسنون دعائیں اور نماز کا ترجمہ سکھایا گیا۔ نماز فجر کے بعد درس قرآن ہوا، اور اسی پر اس پروگرام کا اختتام ہوا۔ (مرتب: محمد رضوان عزمی)

### حلقہ لاہور میں نئے شامل ہونے والے رفقاء سے تعارفی نشست

6 جنوری 2007ء بروز اتوار صبح ساڑھے دس بجے قرآن اکیڈمی میں تنظیم اسلامی (حلقہ لاہور) میں شامل ہونے والے نئے رفقاء کا امیر حلقہ سے تعارفی پروگرام منعقد ہوا۔ پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن مجید سے ہوا۔ اس کے بعد پروگرام میں شریک رفقاء نے نام، تعلیم، پیشہ، رہائش، تنظیم میں شمولیت کب ہوئی اور تنظیم سے تعارف کیسے ہوا، کے عنوانات کے تحت باری باری اپنا تعارف کرایا۔ بعد ازاں رفیق تنظیم تجمل حسن میر نے ملٹی میڈیا کی مدد سے دینی فرائض کے جامع تصور اور جہاد کے حوالے سے گفتگو کی۔ امیر حلقہ نے تنظیم اسلامی کے جھنڈے اور Logo کا سورۃ الصف، سورۃ الفتح اور سورۃ التوبہ میں وارد شدہ آیت مبارکہ ''وہی ہے اللہ جس نے بھیجا اپنے رسول کو الھدیٰ اور دین حق کے ساتھ تاکہ وہ غالب کردے اس کو تمام ادیان پر'' کے حوالے سے تعارف کرایا۔ انہوں نے کہا کہ حاکمیت اعلیٰ اللہ کا حق ہے لیکن دنیا میں انسانوں نے اپنی حاکمیت نافذ کر کے بغاوت کی ہوئی ہے۔ اس لئے دنیا پر قرآن کا نظام عدل وقسط نافذ کرنے کی جدوجہد ہی بحیثیت جماعت تنظیم اسلامی کا نصب العین ہے۔ اور اس جدوجہد کی علامت تنظیم اسلامی کے جھنڈے سے ظاہر ہوتی ہے۔ اس کے بعد باقی رفقاء نے اپنا تعارف کرایا۔ پھر امیر حلقہ نے اپنا تعارف کرایا اور مبتدی بیعت فارم کے حوالے سے اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے کہا کہ اس میں جو عبارتیں درج ہیں وہ بحیثیت مسلمان ہر شخص کے کرنے کی ہیں۔ پہلی بات اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا ہے اور سابقہ گناہوں سے توبہ ہے۔ دوسری بات اس کے دین کے کلمہ کی سربلندی کے لئے اپنی جان اور مال سے جدوجہد کرنے کا عہد ہے۔ نماز ظہر کے بعد ظہرانہ ہوا، اور یہ پروگرام اپنے اختتام کو پہنچا۔ اس پروگرام میں 36 رفقاء اور 5 احباب نے شرکت کی۔ شرکاء میں تنظیم اسلامی کا بنیادی لٹریچر ہدیۃً تقسیم کیا گیا۔ (رپورٹ: محمد یونس، معتمد حلقہ لاہور)

### حلقہ بہاولنگر کا ماہانہ شب بیداری پروگرام

تنظیم اسلامی حلقہ بہاولنگر کے زیر اہتمام مسجد جامع القرآن (بہاولنگر) میں 12 اور 13 جنوری کی درمیانی شب بیداری کا پروگرام ہوا۔ پروگرام کا آغاز 12 جنوری کو مغرب کی نماز کے فوراً بعد تلاوت کلام پاک سے ہوا جس کی سعادت حافظ ندیم منظور نے حاصل کی۔ تلاوت کے بعد جناب رضوان عزمی نے درس حدیث دیا۔ بعد ازاں عشاء کی نماز تک رفقاء سے تعارف کی نشست ہوئی۔ سوا سات بجے عشاء کی نماز باجماعت ادا کی گئی۔ نماز کے بعد امیر حلقہ جناب منیر احمد نے درس قرآن دیا جس میں انہوں نے مسلمانوں کو ان کی ذمہ داری کا احساس دلایا۔ اس درس کا دورانیہ تقریباً ایک گھنٹہ رہا۔

کھانے کے وقفے کے بعد رضوان عزمی نے ''نماز میں خشوع'' کے موضوع پر مذاکرہ کروایا۔ سوا گیارہ بجے رفقا کو سونے کا وقت دیا گیا۔ اگلی صبح چار بجے نوافل کی ادائیگی کے بعد نماز کا ترجمہ یاد کروایا گیا۔ فجر کی نماز کے بعد میجر انور نے درس قرآن دیا۔

آخر میں چند ضروری ہدایات اور دعا کے ساتھ یہ پروگرام اختتام کو پہنچا۔ اس پروگرام میں 23 رفقاء و احباب شریک ہوئے۔ (رپورٹ: ابرار اشرف)


## شہادت و جہاد کمپیوٹر سی ڈی

شہادت اور جہاد سے متعلقہ مفصل مواد اب صرف ایک سی ڈی میں

**شہادت کولیکشن**

☆ قرآن کا فلسفۂ شہادت (ویڈیو) ☆ شہادت حسینؓ کا اصل پس منظر (آڈیو)
☆ شہادت عثمانؓ کا تاریخی پس منظر (آڈیو) ☆ سانحہ کربلا (کتاب)
☆ شہید مظلومؓ (کتاب)

**جہاد فی سبیل اللہ کولیکشن**

☆ جہاد فی سبیل اللہ حصہ اول و دوم (ویڈیو)
☆ جہاد فی سبیل اللہ پر ڈاکٹر اسرار احمد کے 45 منٹ کے 6 خطابات (آڈیو)
☆ تلاوت قرآن مجید (آڈیو) ☆ جہاد فی سبیل اللہ (کتاب)
☆ الجہاد فی الاسلام از مولانا مودودی (کتاب) ☆ صحیح مسلم، کتاب الجہاد (انگریزی کتاب)

**سی ڈی کی قیمت 20 روپے**

رابطہ: ڈاکٹر محمد ابراہیم، لاریکس کالونی گڑھی شاہو لاہور
فون: 0300-4624146

## مسجد الحرام کی توسیع

سعودی فرماں رواشاہ عبداللہ کی جانب سے مسجد الحرام میں کرائی جانے والی نئی توسیع کے بعد مزید 5لاکھ نمازی مسجد الحرام میں بآسانی نماز ادا کرسکیں گے۔مکہ کے میئر اسامہ البار کے مطابق یہ ایک بڑا پروجیکٹ ہے جو مکہ مکرمہ کی شکل تبدیل کردے گا۔اس منصوبے میں پیدل چلنے والوں کے لیے سرنگ اور سروس اسٹیشنز کی سہولت بھی شامل ہیں۔

شاہی فرمان میں کہا گیا ہے کہ مسجد میں توسیع شمال اور شمال مغرب میں 3لاکھ اسکوائر میٹر پر کی جائے گی۔ایک خصوصی کمیٹی نے شامیہ اور شوبائیکا کے علاقوں میں ایک ہزار جائیدادوں کو توسیعی منصوبے کے لئے منہدم کیا جائے گا۔اور حکومت نے زرتلافی کے لئے 6ارب سعودی ریال مختص کیے ہیں،علاقے میں موجود عمارتوں کو منہدم کرنے کا کام دوماہ میں مکمل کیا جائے گا۔مسجد احرام میں پہلی توسیع شاہ عبدالعزیز کے دور(1925ء) میں اور سب سے بڑی توسیع شاہ فہد کے دور(1989ء) میں کی گئی تھی۔

## اقوام متحدہ میں بڑے پیمانے پر بدعنوانی

اقوام متحدہ میں بڑے پیمانہ پر غبن،بدعنوانی اور بدسلوکی کے واقعات سامنے آئے ہیں۔اقوام متحدہ کے اندرونی تحقیقاتی یونٹ کی سربراہ اینگا بریٹ کے مطابق ادارے میں بدانتظامی،فراڈ اور کرپشن کے تقریباً250 کیسز سامنے آئے ہیں جن میں دو تہائی کا تعلق امن مشن سے ہے۔تحقیقاتی ٹیم نے 60 کروڑ ڈالرز کے غبن کی تصدیق کی ہے۔

## کوسوو کی آزادی تسلیم نہیں کریں گے

روس کے صدر ولادی میر پیوٹن نے کہا ہے کہ روس کوسوو کی یکطرفہ آزادی ہرگز تسلیم نہیں کرے گا۔روس کے صدر نے مسئلے کا بہتر حل ڈھونڈنے کے لئے کوششیں تیز کرنے کا حکم دیا ہے۔ولادی میر پیوٹن نے کہا کہ ہم مذاکرات اور بات چیت کے ذریعے مسئلے کا حل چاہتے ہیں۔بات چیت کے ذریعے ایسا حل نکالا جائے جو کوسوو کے البانین اور سرب عوام کو قابل قبول ہو۔پیوٹن کے بیان سے واضح ہے کہ کافر کوئی بھی ہو،وہ مسلمان کا خیر خواہ نہیں ہوسکتا۔الکفر ملة واحدة

## صدر بش کے گرد ناچنے والے انتہا پسند ہیں

مصر کے ممتاز ہفت روزہ جریدے ''الاہرام'' کے مطابق صدر بش کے نزدیک اس وقت دنیا دو حصوں میں تقسیم ہے۔انتہا پسند اور غیر انتہا پسند۔بش کا خیال ہے کہ انتہا پسندوں کا خاتمہ کرکے عراق اور افغانستان میں امن قائم ہوسکتا ہے۔وہ یہ بھی خیال کرتے ہیں کہ حزب اللہ کو مٹا کر راتوں رات لبنان امن کی جنت بن جائے گا اور عراق میں مزاحمت کاروں کو زمین میں دفن کرکے عراق میں سکون کے نغمے گونج اٹھیں گے۔یہ سب خواب کی باتیں ہیں۔بش پر واضح ہونا چاہیے کہ انتہا پسند اور متشدد وہ لوگ نہیں ہیں جن کی طرف ان کی انگلی اٹھی ہوئی ہے بلکہ وائٹ ہاؤس میں صدر بش کے اردگرد ناچنے والے انتہا پسند ہیں۔

## افغان جنگ شروع ہوئی ہے

سیکیورٹی آفس افغانستان کی ایک غیر سرکاری تنظیم ہے جس سے وابستہ ماہرین ملک میں بحرانوں پر نظر رکھتے ہیں۔اس تنظیم کی حالیہ رپورٹ میں یہ انکشاف کیا گیا ہے کہ طالبان دوبارہ منظم ہو رہے ہیں اور ان کی جنگ برسوں جاری رہ سکتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ اب مغربی افغانستان میں بھی وہ سرگرم ہوگئے ہیں۔رپورٹ کا کہنا ہے کہ حالات سے ثابت ہوتا ہے کہ 2001ء میں طالبان کی پسپائی ان کی حکمت عملی کا حصہ تھی۔

واضح رہے،افغانستان میں نیٹو اور امریکا کے 41ہزار فوجی موجود ہیں لیکن ان میں بہت کم میدان جنگ میں جاتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ طالبان کے حوصلے بڑھ رہے ہیں۔اُدھر امریکا کو یورپیوں سے شکایت ہے کہ وہ طالبان سے لڑائی کے سلسلے میں مناسب اقدامات نہیں کررہے۔